NOVEMBER 2023

جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور



مدرسہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہرِ علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۹

شمارہ نمبر ۷

ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ

نومبر ۲۰۲۳ء

مجلسِ ادارت

- مولانا محمد ساجد حسن مظاہری
- مولانا محمد خالد سعید اعظمی
- مولانا مفتی شعیب احمد بستوی
- مولانا مفتی بشیر احمد سہارنپوری
- مولانا محمد معاویہ سعدی گورکھپوری

مُدیرِ مسئول

حضرت مولانا سید محمد عاقل مدظلہ ناظم جامعہ ہذا

مُدیرِ تحریر

مولانا عبد اللہ خالد قاسمی خیرآبادی

زرِ تعاون

فی شمارہ ——— ۳۰ روپے

سالانہ زرِ تعاون ——— ۳۰۰ روپے

بیرونِ ملک سالانہ ——— ۲۵ ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہرِ علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE

SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA

Ph: 0132-2655542

Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

عالی صفات مولانا سید محمد شاہد الحسنی

۱۴۴۵ھ

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

جمعہ کا دن تھا، ربیع الاول ۱۴۴۵ھ کی ۲۰/اور اکتوبر ۲۰۲۳ء کی ۶/تاریخ تھی، عصر کی نماز ہو چکی تھی، لوگ نماز مغرب کی تیاری کرر ہے تھے، احادیث میں مذکور ایک روایت کے مطابق ساعت مستجابہ شروع ہو چکی تھی ، اسی مسعود ساعت میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ممتاز و مایہ ناز فرزند مخدوم گرامی منزلت حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی اپنی زندگی کی تمام تر علمی صلاحیت اور ذہنی توانائی صرف کر کے لائق تحسین خدمات انجام دے کر اللہ کو پیارے ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالی مولانا محمد شاہد صاحب کو اپنی خصوصی رحمتوں سے نہال فرمائے ،جنت کی باغ و بہاران کا مقدر فرمائے۔

مولانا مرحوم کو جو خاندانی نجابت، دادھیالی و نانیہالی وجاہت وشرافت، بزرگان دین اور علماء عظام کی شفقت وقرابت، ذاتی طور پر علمی ذوق اوراس کی لطافت سے جو حصۂ وافر ملا تھا اس نے آپ کے خمیر کو مسِ خام سے ایسا کندن بنا دیا تھا جس کی آب وتاب اور درخشندگی سے پورا ایک عالم منور ہوا اور ان شاء اللہ تاریخ کا انمٹ حصہ بن کر دیر تک اپنی ضیا پاشی کرتا رہے گا۔

حضرت مولانا کے سانحۂ ارتحال سے واقعۃً مدرسہ مظاہر علوم کے ایک عہد زریں کا خاتمہ ہو گیا ہے، اس لئے حضرت مولانا کی زندگی کا ہر لمحہ اور ان کی تگ ودو کی ہر آخری کوشش مظاہر علوم اور اس کی تاریخ سے وابستہ تھی۔

مولانا سید محمد شاہد صاحب پوری تندہی اور اولوالعزمی کے ساتھ بیک وقت تین محاذوں پر مصروف عمل رہے جس کی مثال آج کے اِس دور میں بہت ہی مشکل ہے۔

۱— اللہ تعالی نے آپ کو تصنیف وتالیف کا خاص وصف عطا فرمایا تھا، جب بھی سہارنپور ہوتے، مسلسل تصنیف وتالیف میں اپنے کو مشغول رکھتے ،نتیجۃً آپ کے گہربار قلم سے بہت سی ایسی کتابیں

وجود میں آئیں جو اپنے موضوع پر انتہائی وقیع اور جامع ہیں، خاص طور پر مظاہر علوم، علماء مظاہر علوم، خدمات مظاہر علوم پر ایسا دستاویزی مواد ارباب تحقیق اور دنیا کے سامنے انھوں نے پیش کردیا ہے کہ مستقبل میں مظاہر علوم کی تاریخ پر لکھنے اور بولنے والا کوئی بھی فرد اس سے مستغنی ہرگز نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ تاریخ مظاہر اور خدمات مظاہر کے سلسلہ میں آپ شاہ کلید کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۲ــ مولانا کی زندگی میں اسفار بہت ہیں، ابھی کسی تالیف کا مسودہ تیار کرارہے ہیں اور ابھی اپنا بیگ اور بریف کیس اٹھایا اور سفر پر روانہ ہورہے ہیں، یہ اسفار کبھی کسی مدرسہ کے جلسۂ دستار بندی کے لئے ہوتا، کبھی کسی علمی موضوع پر کسی کانفرنس میں شرکت اور اپنا مقالہ پیش کرنے کے لئے، کہیں کتبِ احادیث کے ختم کی تقریب میں تو کبھی مظاہر علوم کے انتظام ومعاملات کے سلسلہ میں۔

۳ــ ان چوطرفہ مشغولیات کے ساتھ مدرسہ کے داخلی وخارجی معاملات ومسائل پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، طلبہ کے مسائل، تعلیمی سرگرمیوں پر نظر، اس کے استحکام کے لئے مسلسل کوشش، مدرسہ کے مالیاتی نظام کو باریک بینی سے دیکھنا اور اس کے سلسلہ میں صائب اور درست فیصلے کرنا۔

یہ وہ امتیازی خصوصیات تھیں جن کی بناء پر برملا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مظاہر علوم کی تاریخ میں ایسی جفا کش، محنتی اور تدبیر وتدبر کی حامل شخصیت کم گزری ہے، اس لئے کہ مولانا الحسنی اکابر مظاہر علوم کی مختلف صفات کے جامع تھے۔

آپ کے والد گرامی مولانا حکیم سید محمد الیاس صاحب تھے۔

۲۶؍ربیع الاول ۱۳۷۰ھ/۲۱؍جنوری ۱۹۵۱ء جمعہ کے روز نانا محترم حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے مکان کچہ گھر سہارنپور میں آپ کی ولادت ہوئی۔

۱۹؍ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ/۲۸؍جولائی ۱۹۵۶ء شنبہ کے روز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خانقاہ میں تعلیم کا آغاز ہوا اور ۲۸؍شعبان ۱۳۷۹ھ/۲۶؍فروری ۱۹۶۰ء جمعہ کے روز مولانا محمد یوسف صاحب کے سامنے مولانا انعام الحسن، مولانا حکیم سید محمد ایوب وغیرہ کی موجودگی میں حفظ کلام پاک کی تکمیل ہوئی۔

۱۵؍شوال ۱۳۸۵ھ/۶؍فرووری ۱۹۶۶ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے درجۂ متوسطہ میں باقاعدہ داخلہ ہوا۔ اور اسی سال رمضان میں اپنی خاندانی مسجد مسجد حکیمان میں پہلی محراب سنائی۔

۲۵؍شوال ۱۳۸۸ھ/ ۱۵؍جنوری ۱۹۶۹ء میں حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی صاحبزادی مسماۃ صادقہ خاتون سے عقد مسنون ہوا۔

شعبان ۱۳۹۰ھ/ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں دورہ حدیث سے فراغت ہوئی ، امسال دورہ کے اسباق کی ترتیب یہ تھی بخاری و مسلم حضرت مولانا محمد یونس جونپوری کے پاس، ابوداود ونسائی مولانا محمد عاقل صاحب کے پاس، ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کے پاس، طحاوی مولانا اسعد اللہ صاحب کے پاس پڑھی۔

نزول آب کی وجہ سے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب اپنا درس بخاری موقوف فرما چکے تھے۔

۲۵؍شعبان ۱۳۹۰ھ/ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۷۰ء اہلیہ محترمہ رخصت ہو کر آپ کے گھر آئیں۔

فراغت کے بعد شوال ۱۳۹۰ھ/ دسمبر ۱۹۷۰ء میں فنون میں داخلہ لے کر بیضاوی، تفسیر مدارک، در مختار، ملاحسن، دیوان متنبی وغیرہ پڑھ کر شعبان ۱۳۹۱ھ/ اکتوبر ۱۹۷۱ء میں فنون کی تکمیل کی۔

فنون سے فراغت کے بعد اسی سال اپنے نانا جان حضرت مولانا شیخ محمد زکریاؒ کے ہاتھ پر بیعت کی شوال ۱۳۹۲ھ میں مظاہر علوم میں تدریس کے لئے تقرر ہوا اور پہلے سال مرقات اور نفحۃ الیمن آپ سے متعلق رہیں۔

گویا ۱۹۷۲ء سے باقاعدہ تدریس کا تعلق مظاہر علوم سے قائم ہوا اور تا ایں دم مختلف اتار چڑھاؤ کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رہا، چنانچہ امسال بھی ترجمہ قرآن پاک کا سبق آپ سے متعلق رہا لیکن اعذار اور بیماری کی وجہ سے آپ نے وہ سبق مولانا سید محمد عثمان (پیر صاحب) کے حوالہ کر دیا تھا۔

نصف صدی سے زائد اس طویل عرصہ میں مولانا سید محمد شاہد صاحب نے مظاہر علوم کے لئے وہ عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں جو تاریخ مظاہر کا ایک اہم باب ہے اور مظاہر علوم کا مؤرخ جلی عنوان سے آپ کی خدمات کو لکھے گا۔

پچاس کے قریب کتابیں آپ کی قلمی یادگار ہیں۔جس میں بعض بعض کئی جلدوں میں ہیں۔ ۱۴۹۳ھ سے جامعہ مظاہر علوم کے امین عام تھے۔اس وقت اپنے حالات زندگی حیاتِ مستعار کے نام سے لکھ رہے تھے، جس کی تین جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ چوتھی اور آخری جلد زیر تصنیف تھی، جامعہ مظاہر علوم اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے باہمی تعلقات پر ایک دستاویزی کتاب ''علمی آبشار'' طباعت کے لئے پریس جا چکی ہے۔

۲۱؍ربیع الاول ۱۴۴۵ھ شنبہ کی صبح بعد فجر آپ کا جنازہ مدرسہ مظاہر علوم کے صحن میں لایا گیا اور ہزاروں سوگواروں کے آخری دیدار کے بعد ساڑھے چھ بجے آپ کے چچا اور مظاہر علوم کے شیخ الحدیث و ناظم حضرت مولانا سید محمد عاقل مدظلہ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور آبائی قبرستان باغ حکیمان میں آپ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے دفن کردیا گیا۔

آپ کے انتقال پُرملال کے بعد ملک و بیرون ملک سے مظاہر علوم اور آپ سے منتسبین ہزاروں کی تعداد میں آئے اور آپ کے فرزند ارجمند مولانا مفتی سید محمد صالح سے ملاقات کی اور تعزیت مسنونہ پیش کی۔

مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ نے باہمی اتفاق رائے سے مولانا مفتی سید محمد صالح کو ان کی جگہ عارضی طور پر امین عام (سکریٹری مدرسہ) منتخب کردیا ہے اور الحمدللہ اس وقت وہ اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

ماہنامہ مظاہر علوم کا وفیات نمبر (جس میں لاک ڈاؤن کے درمیان وفات پانے والی اہم شخصیات سے متعلق ایسے مضامین شامل ہونگے جو ابھی تک کہیں بھی شائع نہیں ہوئے ہیں) جس کا اعلان بہت پہلے کیا جاچکا ہے وہ ترتیب کے مرحلہ میں ہے، اس کی جلد ہی اشاعت ہوگی۔ ان شاء اللہ

❁❁❁❁❁❁❁

ماہنامہ مظاہر علوم کے اربابِ مجلس ادارت کے باہمی مشورہ سے یہ بات بھی طے ہوئی مظاہر علوم کی تین اہم شخصیات (مولانا سید محمد سلمان م-۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰۲۰ء۔ مولانا قاری رضوان نسیم م-۱۴۴۲ھ مطابق ۲۰۲۱ء۔ مولانا سید محمد شاہد الحسنی م-۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰۲۳ء) پر اس وفیات نمبر سے علاحدہ ایک خصوصی اشاعت ہو، اس کی تیاری بھی ہورہی ہے اور ان شاء اللہ ماہنامہ کی دونوں خصوصی اشاعتیں جلد ہی قارئین کرام کے ہمدست ہونگی۔

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد عاقل (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے
سبھاش پرنٹنگ پریس نواب گنج چوک سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

درسِ قرآن

غیروں سے تعلقات کی نوعیت

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری

استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارنپور

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ (آلِ عمران ۲۸)

نہ بنائیں مسلمان کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر، اور جو کوئی یہ کام کرے تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، مگر اس صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تم کو ڈراتا ہے خود سے، اور اللہ تک ہی سب کو پہونچنا ہے۔

شانِ نزول

بروایت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ عمرو بن الاشرف، ابی الحقیق اور قیس بن ابی زید جیسے بدطینت یہودی چند انصاری مسلمانوں سے میل جول، راہ ورسم اس غرض سے رکھتے تھے کہ حسب موقع مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ ومنحرف کرسکیں۔

عام مسلمان اپنے حسن ظن وسادہ لوحی کی وجہ سے ان یہود بے بہبود کی نیت بد سے واقف نہیں تھے مگر حضرت رفاعہ بن منذر، عبد اللہ بن جبیر، سعد بن خیثمہ جیسے صاحب بصیرت، مزاج شناس اور رمز آشنا حضرات نے اس خطرناک قوم ملعون سے اعراض و انحراف اور قطع تعلق کا مشورہ دیا (اجتنبوا ھؤلاء الیھود لا یفتنونکم عن دینکم) مگر حضرات انصارؓ نے اس کو کچھ قابل التفات نہ سمجھا اور نہ کچھ زیادہ اہمیت دی جس پر آیت شریفہ نازل ہوئی۔

تشریح وتوضیح:

ہر کلمہ گو کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے علاوہ کسی بھی غیر مسلم سے دوستانہ تعلقات نہ رکھے نہ ظاہراً نہ باطناً کیونکہ مومن صفت ایمان و انقیاد سے متصف ہوتا ہے اور کافر کفر و بغاوت کے

ساتھ۔اور ایمان نور و ہدایت اور کفر ظلمت وضلالت وتاریکی کا نام ہے اور ایمان و کفر، حق و باطل، روشنی و تاریکی دونوں جمع نہیں ہوسکتیں، تو مومن وکافر کی دوستی بھی ندی کے دو کناروں کے مانند ہے جو کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔

اس صراحت کے باوجود پھر بھی جو مومن، کافر سے دوستی کرے اس کو اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔کیونکہ کافر اللہ کا دشمن ہوتا ہے اور دشمن کا رفیق وہم نشیں بھی دشمن گردانا جاتا ہے۔(یاایھاالذین آمنو الاتتخذو اعدوی و عدو کم اولیاء)

حضرات علماء کرام کی تصریحات وتشریحات کے مطابق کفار سے تعلقات کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) موالات : کفار سے دلی لگاؤ اور قلبی تعلق ومحبت رکھنا، اور مسلمانوں کی جاسوسی کرکے کفار تک خبریں بہم پہونچانا اس کی کسی بھی حال ومجال میں وسعت و گنجائش نہیں ہے، کیونکہ دل سے محبت کرنے والا محبوب کے دین و مذہب سے محبت کرتا ہے اور آدمی محبوب چیز کو دیر سویر اپنا ہی لیتا ہے۔

(۲) مواسات: حسن سلوک ونفع رسانی، ہمدردی وخیر خواہی یہ مسلمانوں سے برسر پیکار جماعت کفار کے علاوہ دیگر کفار سے جائز ہے۔

(۳) مدارات: ظاہری خوش خلقی اور ظاہری دوستانہ تعلقات کہ ان کے مذہب اور دین کو برا سمجھتے ہوئے معاملات دنیویہ میں خوش اسلوبی اختیار کرنا۔ یہ تمام کفار کے ساتھ تین حالتوں میں جائز ہے۔

دفع ضرر کے واسطے، یعنی کفار سے اگر ظاہری تعلقات بھی نہیں رکھیں گے تو وہ نقصان پہونچائیں گے ،تو نقصان سے بچنے کی خاطر مدارات جائز ہے۔

کافر کی دینی مصلحت کے واسطے، یعنی اس کی ہدایت کی توقع سے۔

دینی رہنمائی وہدایت اور اسلامی معلومات بہم پہونچانا مقصود ہو یا وہ اپنے یہاں مہمان بنے ہوں۔

(۴) معاملات: کفار سے خرید و فروخت ،تجارت و ملازمت ،صنعت وحرفت، لین دین و کاروباری معاملات رکھنا اگر مصالح مسلمانوں کے خلاف نہ ہوں تو تمام کفار سے جائز ہے۔

پیغام:

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ میل جول، راہ ورسم اور اپنی نشست و برخاست غیروں کے ساتھ بقدر ضرورت ہی

رکھیں کیونکہ غیروں کے ساتھ اختلاط وروابط، اکثر وبیشتر ان کی شکل وشباہت وضع قطع ان کے رہن سہن اختیار کرنے کا سبب بن جاتا ہے اور غیروں کی وضع قطع اور ان جیسی حرکات وسکنات اگرچہ ظاہراً بھی ہوں تب بھی ممنوع ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آدمی کا شمار اس کے رفقاء میں ہے، اس لئے آدمی کو چاہئے کہ وہ ہر وقت غور وفکر کرتا رہے کہ اس کے جلیس وہم نشین کس طرح کے لوگ ہیں۔

کفار سے خرید وفروخت اسی صورت میں جائز ہے جب کفار سے ہماری محاربہ آرائی اور لڑائی نہ ہو، ورنہ کفار کے بنائے ہوئے سامان کے خریدنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

فی الحال اسرائیل اور اس کے ہم نوا غیر مسلم ممالک مسلمانوں کا قتل عام کررہے ہیں، مساجد کو ویران کررہے ہیں، غزہ کے مسلمانوں کو محصور کرکے ضروریاتِ زندگی، روزی، روٹی، دانہ پانی سے بھی محروم کررکھا ہے، بمباری کرکے گھروں کو مسمار کیا جارہا ہے، فلسطینی معصوم بچے کُھلے آسمان کے نیچے زمین پر راتیں بسر کررہے ہیں اور امتِ مسلمہ اسرائیل کی مصنوعات کو استعمال کرکے اپنا قیمتی سرمایہ ان مصنوعات کو خرید کر اسرائیل کے خزانہ میں جمع کررہے ہیں اور یہ اسرائیلی اس سرمایہ سے مہلک ہتھیار خرید کر امت مسلمہ کے خلاف استعمال کررہے ہیں۔

کیا امت کے لئے یہ باعثِ شرم نہیں ہے کہ جو اقوام امت مسلمہ کا خون پی رہی ہیں، آپ ان کی بنائی ہوئی کوکوکولا، پیپسی کی چسکیاں لے رہے ہیں، کیا سادہ اور انڈین مشروبات سے آپ کی ضیافتیں پوری نہیں ہوسکتیں؟۔ روتے، بلکتے، تڑپتے معصوموں کی آہ وفغاں آپ کو سنائی نہیں دیتی؟، اسرائیلی بمباری کے نتیجہ میں کھنڈر بنتا غزہ آپ کو دکھائی نہیں دیتا؟۔

اگر آپ کے اندر ذرا بھی حمیت وغیرت اور انسانیت باقی ہے تو آج ہی اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے کا تہیہ کرلیجئے، اتنا تو مظلوم کی حمایت میں کرنا ہی چاہئے۔

انوارِ حدیث

زبان کو قابو میں رکھئے

مولانا محمد خالد سعید اعظمی استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

عن ابی سعید الخدری رفعہ قال :إذا اصبح ابن آدم فإنّ الاعضاءَ کلّھا تُکفِّر اللسانَ فتقول :اِتَّقِ اللّٰہَ فینا، فإنما نحن بک، فان اسْتَقَمْتَ استقمنَا، و إن اِعْوَ جَجتَ اِعْوَ جَجْنَا۔

(الترمذی، کتاب الزھد، باب حفظ اللسان ۲/ ۶۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب ابن آدم یعنی انسان صبح کو اٹھتا ہے تو زبان کے سامنے تمام اعضاء عاجزی ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں اگر تو راہ راست پر رہی تو ہم بھی راہ راست پر رہیں گے اور اگر تو نے کج روی اختیار کی تو ہم بھی کج روی میں مبتلا ہوجائیں گے۔

زبان سے نکلی ہوئی بظاہر چھوٹی اور معمولی سی بات کبھی انسان کو بڑی مصیبت اور آزمائش میں ڈال دیتی ہے اور ظاہراً ایک چھوٹے سے عضو، زبان کی ایک حرکت تمام اعضاء کے لیے پریشانی کا سبب بن جاتی ہے، اسی وجہ سے صبح ہوتے ہی تمام اعضاء، زبان کے سامنے بڑی عاجزی اور لجاجت سے درخواست کرتے ہیں کہ اے زبان ! ہم تمہارے تابع ہیں، اس لیے اللہ واسطے تم درست رہنا، صحیح بات ہی کہنا، تمہاری درستگی پر ہی ہماری درستگی موقوف ہے اگر خدانخواستہ تم نے غلط راستہ اپنا لیا، ظلم و ناانصافی کی باتیں شروع کردیں تو ہم بھی غلط راستہ پر پڑجائیں گے اور ہم سے بھی ظلم و زیادتی کا ارتکاب ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم نے کوئی غلط بات کہی، کسی کو برا بھلا کہا، کسی کی شان میں گستاخی کی اور پھر اس کے صلے میں ہماری درگت بنائی جائے اور مختلف قسم کی تکالیف اور صدمات سے ہم کو دوچار ہونا پڑے، اس لیے اے زبان! ہم تم سے بڑی عاجزی سے درخواست کرتے ہیں کہ تم ہمارے حق میں اللہ سے ڈرو اور ہمارا خیال رکھو۔

اسی مضمون کو ایک اور حدیث شریف میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

عن عقبة بن عامر قال :قلتُ یا رسولَ اللّٰہِ! ما النَّجاۃُ؟ قال :اَمْلِکْ علَیکَ لِسانَکَ،

وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ۔ (الترمذی، کتاب الزهد باب حفظ اللسان ۶۲/۲)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نجات (کا ذریعہ) کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھو، تمہارا گھر تمہارے لیے کافی ہو جائے اور اپنی غلطیوں پر روتے رہو۔

تشریح: انسان کو زبان سے کوئی بات کہنے کے لیے کوئی خاص محنت ومشقت نہیں اٹھانی پڑتی اور آدمی چاہے جتنی دیر تک باتیں کرتا رہے، بولتا رہے اور قینچی کی طرح زبان چلاتا رہے اس سے زبان کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی طرح کی تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے بھلے ہی دوسرے اعضاء دماغ وغیرہ تھک جائیں؛ اس لیے عام طور پر لوگ زبان سے نکلنے والی باتوں کو معمولی سمجھ کر کوئی اہمیت بھی نہیں دیتے، اور انجام کی پروا کیے بغیر زبان سے ہر اچھی بری بات بلا سوچے سمجھے کہہ ڈالتے ہیں جو ان کے لیے وبال جان اور پریشانی کا باعث بن جاتی ہے؛

اس حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں اختیار کرنے کو دنیوی و اخروی آفات اور پریشانیوں سے نجات اور خلاصی کا سبب بتایا ہے۔

پہلی بات: ان تینوں میں سب سے مقدم اور اہم زبان کو قابو میں رکھنا ہے کیونکہ زبان کے بے جا استعمال کی وجہ سے انسان طرح طرح کی معصیتوں اور گناہوں میں مبتلا ہو کر دنیا و آخرت کی بہت سی مصیبتوں میں پھنس جاتا ہے۔ اور یہ تو روز کا مشاہدہ ہے کہ صرف زبان کی بے احتیاطی کتنے فتنوں کو جنم دیتی ہے اور اس کی وجہ سے کیسے کیسے تنازعات اور اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور کتنے ہی گھروں اور خاندانوں کا پرسکون ماحول تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور زبان کی یہ بے احتیاطی کتنے گھروں کے ماحول میں کشیدگی، عزیز و اقارب میں قطع تعلق، پڑوسیوں میں ان بن، دوستوں میں بغض و عداوت، احباب میں خلش اور عام لوگوں میں رنجش کا سبب بن جاتی ہے اور ایسے ہی نکاح کے بندھن میں بندھے ہوئے کتنے ہی مرد و عورت ہیں جن کے خوشگوار ازدواجی تعلقات میں مرد یا عورت کی زبان درازی اور سخت کلامی سے تلخی و ناگواری پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی نوبت میاں بیوی میں جدائی اور طلاق تک جا پہنچتی ہے۔

غرض زبان کی بے احتیاطی سے اپنے پرائے بن جاتے ہیں اور انسان دوسری اور بہت سی مصیبتوں میں پھنس جاتا ہے، اسی طرح زبان کو قابو میں نہ رکھنے اور سوچ سمجھ کر نہ بولنے سے کبھی زبان

سے کوئی ایسی بات بھی نکل جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا سبب بن جاتی ہے اور انسان اس کی بنا پر آخرت کے سخت سے سخت عذاب اور سزا کا مستحق بن جاتا ہے؛ اس لیے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیوی و اخروی آفات و مصائب سے نجات اور گلو خلاصی کا ذریعہ زبان کو قابو میں رکھنا اور اس کو بے جا استعمال سے بچانا ہے۔

دوسری بات :اس حدیث شریف میں یہ فرمائی گئی کہ ''تمہارا گھر تمہارے لیے وسیع اور کافی ہو جائے''یعنی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو، بلکہ گھر میں پڑے رہ کر اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت میں مشغول رہو اور یہ خلوت نشینی تمہارے لیے بہت سے فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے کیونکہ انسان اکثر گھر کے باہر غلط ماحول اور بری صحبت سے متاثر ہو کر طرح طرح کے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے، چنانچہ دوست و احباب کی مجلس میں بیٹھ کر گپ شپ، فضول ولایعنی باتیں،شکوہ شکایت اور دوسروں کی غیبت اور برائی کی جاتی ہے اور مجلس کو گرم رکھنے کے لیے جھوٹی اور بے تحقیق باتیں بیان کی جاتی ہیں، اور کبھی ایک اچھا بھلا آدمی بھی بری صحبت کی وجہ سے سینما بینی، قمار بازی اور شراب نوشی جیسے سنگین گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر میں پڑے رہنا اور اس سے بلا ضرورت نہ نکلنا بہت سے گناہوں،فتنوں اور شر سے حفاظت اور نجات کا ذریعہ ہے

تیسری بات :اس حدیث شریف میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ ''اپنی خطاؤں پر روتے رہو''یعنی انسان سے جانے اور انجانے میں نہ معلوم کتنی خطائیں اور لغزشیں ہوتی رہتی ہیں، اور انبیاء و رسل کے علاوہ چونکہ کوئی انسان گناہوں سے معصوم نہیں، اس لیے ہر انسان سے خطا اور گناہ کے صدور کا امکان رہتا ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی خطاؤں اور گناہوں کو یاد کرو اور اس پر نادم اور شرمندہ ہو کر روتے رہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتے رہو، یہی تمہاری خطاؤں اور گناہوں کے وبال اور برے انجام سے حفاظت اور نجات کا ذریعہ ہے۔

حالاتِ حاضرہ

غزہ پر مظالم اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اگر پہاڑوں کو جگر ہوتا تو بعید نہ تھا کہ وہ بھی شق ہوجاتا، اگر درختوں کو آنکھیں ہوتیں، تو عجب نہ تھا کہ وہ بھی آنسوؤں کا دریا بہادیتے، اگر زمین کو زبان ہوتی تو کیا عجب کہ اس کے نالۂ وفریاد سے کرۂ ارض میں کہرام برپا ہوجاتا اور اگر درندے ان انسان نما درندوں کو دیکھ لیتے تو شاید وہ بھی شرمسار ہوجاتے اور درندگی میں صہیونیوں اور ان کی موافقت کرنے والوں کی بالادستی کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے۔

اس خوں آشامی، ظلم وبربریت، قتل وغارت گری کی وجہ سے جو اس وقت "غزہ" میں جاری ہے، جس کو سالہا سال سے اسرائیل کے ساتھ ساتھ اس کے نام نہاد، بے حمیت، کوتاہ ہمت، ضمیر فروش اور منافق نام نہاد مسلم حکومتوں نے ایک ایسے قید خانہ میں تبدیل کررکھا ہے، جو بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہے۔

سلامتی ہو غزہ کے ان مجاہدین پر، جنھوں نے اپنے لہو سے اسلام کے شجر طوبیٰ کو سینچنے کا عزم کررکھا ہے، صد ہزار رحمتیں ہوں ان شہداء راہِ حق پر، جنھوں نے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ دین حق کی سرخروئی کے لئے نچھاور کردیا ہے، لاکھوں سلامِ شوق پہنچے ان معصوم نونہالوں پر جنھوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے اپنی معصوم جانوں کا نذرانہ پیش کردیا ہے اور اسی قدر لعنتیں ان صلیبی اور صہیونی ظالموں پر جو دین واخلاق اور بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں بکھیر کر اپنی خوں آشامی کی خو پوری کررہے ہیں اور ان خوفِ خدا سے عاری اور ہمت مردانہ سے خالی مسلم حکمرانوں پر جن کے سینوں میں شیطان نے "دل" کی بجائے پتھر کی سِل رکھ دی ہے، جن میں سے بعض علی الاعلان یا خفیہ طور پر اسرائیل کے ہمنوا ہیں اور بدترین قسم کی برادرکشی کے مرتکب ہورہے ہیں۔

بارِالٰہا! اپنے ان مظلوم بندوں پر رحم فرما، جن سے مغرب ومشرق کی عداوت صرف اس لئے ہے کہ وہ تیرے پاک نام سے نسبت رکھتے ہیں، اور پروردگارا! ہلاک وبرباد فرما، ان شقی وبدبخت حکومتوں کو، جو بے قصور انسانوں کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں، یا اس میں مددگار ہیں!!

سوال یہ ہے کہ جو مسلمان اپنے ان مظلوم اور نہتے بھائیوں کی اخلاقی مدد کرنے کے سوا کچھ اور نہیں کرسکتے، انھیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اُصول بیان فرمادیا ہے، کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اول اسے ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو زبان سے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے، یعنی دل سے برا سمجھے، اور دل میں یہ ارادہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی قدرت دیں گے، وہ اُسے روکنے کی کوشش کرے گا (ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۳۴)

ظلم و جور سے بڑھ کر کوئی منکَر اور بُرائی نہیں، یہ تو دنیا میں شرک سے بھی بڑھ کر ہے؛ کیوں کہ دنیوی احکام کی حد تک شرک کو گوارا کیا جاسکتا ہے؛ لیکن ظلم ایسی بُرائی ہے، کہ وہ کسی طور پر قابل قبول نہیں، کفر وشرک بھی ایسا جرم نہیں کہ جو شخص پہلے سے اس عقیدہ پر ہو، اُسے قتل کرنا جائز ہو؛ لیکن اگر کوئی شخص کسی کا مال لے لے، کسی کی عزت و آبرو پر حملہ آور ہو، یا کسی کو قتل کردے تو وہ ضرور لائقِ سزا ہے، پس ظلم سب سے بڑی بُرائی ہے اور اپنی طاقت وصلاحیت بھر اس کی مخالفت واجب ہے!

مخالفت اور ناراضگی کے اظہار کا ایک طریقہ ترک تعلق بھی ہے اور ظالموں کے ساتھ ترک تعلق کی تعلیم خود قرآن مجید نے دی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَآيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا الۡيَهُوۡدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوۡلِيَآءَ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ وَ مَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِي الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۔ (المائدۃ ۵۱ :)

اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان کو دوست رکھے گا، وہ ان ہی میں سے ہوگا، بے شک اللہ ظلم شعار لوگوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

اس آیت میں ایک جامع لفظ ''دوست نہ بنانے'' کا استعمال کیا گیا ہے، یہ ایک معنی خیز تعبیر ہے، جس میں قلب ونگاہ کی محبت، فکر ونظر میں تاثر، سماجی زندگی کی مماثلت اور مالی معاملات وتعلقات سب شامل ہیں، یہ کوئی شدت پر مبنی حکم نہیں ہے؛ بلکہ ظلم کے خلاف ناراضگی کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔

اس آیت کے اخیر میں ظالموں کا تذکرہ کرکے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا گیا، کہ جو یہود ونصاریٰ ظلم وجور پر کمر بستہ ہوں، مسلمانوں کے لئے اپنی طاقت وقدرت کے مطابق ان سے بے تعلقی برتنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقع پر اس حکم کو مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے: اِنَّمَا

يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (الممتحنہ ۹)

بے شک اللہ تم لوگوں کو ان لوگوں سے تعلق رکھنے سے منع کرتے ہیں، جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی، تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی اور جو ان سے تعلق رکھیں، وہ بھی ظالم ہیں۔

گھروں سے نکالنا، محض دین کی بنا پر آمادۂ قتل وقتال ہونا اور جو لوگ مسلمانوں کے شہروں اور آبادیوں کو ویران کرنے پر تلے ہوئے ہوں، ان کو مدد پہنچانا، یہ وہ اوصاف ہیں جن کے حامل بدطینت یہودیوں اور نصرانیوں سے بے تعلقی برتنے کا حکم دیا گیا ہے، غور کیجئے کہ کیا آج امریکہ و برطانیہ ان جرائم کے مرتکب نہیں ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بوسنیا میں مسلمانوں کے قتل عام میں در پردہ برطانیہ نے ظالم سربوں کی مدد کی ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان ممالک کی جفا کاریوں اور ستم انگیزیوں کی وجہ سے افغانستان کے مسلمان بڑی ابتلاؤں سے گزرے ہیں؟ کیا یہ اس ظالم اسرائیل کے ناصر و مددگار نہیں ہیں، جو آئے دن بے قصور فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہیں؟ اور جنھوں نے لاکھوں فلسطینیوں کو اپنے مادر وطن میں رہنے کے حق سے بھی محروم کر دیا ہے؟

قرآن نے جن یہود و نصاریٰ سے بے تعلق ہونے اور رشتۂ محبت کاٹ لینے کا حکم دیا ہے، ان مغربی طاقتوں میں ان میں سے کون سی بات نہیں پائی جاتی؟ پھر کیا ایسے اعداء دین سے بے تعلقی واجب نہ ہوگی؟

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (الممتحنہ ۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں ان غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف سے نہیں روکتا، جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہ کی ہو اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا ہو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

جو غیر مسلم بھائی انصاف کی روش پر قائم ہوں، وہ ہمارے انسانی بھائی ہیں اور ہمارے برادرانہ سلوک اور حسن اخلاق کے مستحق ہیں اور ان کے ساتھ زیادتی کسی طور جائز نہیں۔

بے تعلقی کا حکم ان لوگوں سے ہے، جنھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جارحانہ اور

نامنصفانہ روش اختیار کر رکھی ہو، یہ سمجھنا کہ کسی خاص شخص کی حوالگی یا کسی خاص مطالبہ کی تکمیل مغربی طاقتوں کو مطمئن کر دے گی اور اسلام کے خلاف بغض وعناد کی جو آگ ان کے سینوں میں سلگی ہوئی ہے، اسے بجھانے میں کامیاب ہوجائے گی، محض ایک طفلانہ خیال ہے۔

اس عناد کا اصل نشانہ اسلامی فکر وعقیدہ، اسلامی تہذیب وثقافت اور مسلمانوں کا قبلۂ اول مسجدِ اقصیٰ ہے، قرآن نے یہود ونصاریٰ کی نفسیات اور ان کے اندرونی جذبات کی خوب ترجمانی کی ہے اور یہ بات جس قدر رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مبنی بر واقعہ تھی، اسی قدر آج بھی ہے کہ: **لَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ**۔ (البقرہ ۱۲۰)

> یہود ونصاریٰ آپ سے اس وقت تک راضی ہو ہی نہیں سکتے، جب تک آپ ان کے دین کے پیرو نہ ہو جائیں، آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت تو وہ ہے جو اللہ کی ہے، اگر آپ علم حاصل ہونے کے بعد بھی ان کی خواہشات کی پیروی کرنے لگیں تو آپ کے لئے اللہ کے مقابلہ کوئی حامی ومددگار نہ ہوگا۔

قرآن نے اس میں یہود ونصاریٰ کے اندرونی جذبات کو کھول کر رکھ دیا ہے اور خلافتِ عثمانیہ کے سقوط سے اب تک عالم اسلام میں جو جنگیں ہوئی ہیں، وہ سب اس کے واضح شواہد ہیں، اس لئے جب تک مسلمان اپنے مذہبی تشخصات اور اپنے ثقافتی امتیازات کو خیر باد نہ کہہ دیں، مسجد اقصیٰ سے اور اپنے مقدسات سے دستبردار نہ ہوجائیں، اور پوری طرح مغربی فکر اور مغربی ثقافت کے سامنے جبین تسلیم خم نہ کر دیں، ان کی تشفی نہیں ہوسکتی اور انشاء اللہ مسلمان کبھی اس کے لئے تیار نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ وہ دین کے لئے سب کچھ کھونے کو "پانا" اور اللہ کی راہ میں رگِ گلو کٹانے کو "جینا" تصور کرتے ہیں اور یہ ان کے ایمان وعقیدہ کا حصہ ہے!

اس پس منظر میں ہم مسلمانانِ ہند قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ ملک کی رائے عامہ کو حقیقت پسند بنائیں اور انھیں حقیقی صورتِ حال کا ادراک کرنے میں مدد دیں، منصف مزاج ہندو بھائیوں (جن کی آج بھی اس ملک میں اکثریت ہے) کو ساتھ لے کر حکومت ہند سے خواہش کریں کہ وہ اپنی ناوابستہ پالیسی پر قائم رہے اور امریکہ واسرائیل کی آنکھ بند کر کے حمایت نہ کرے، وہ اس بات کو ملحوظ رکھے کہ ہمارے ملک کا مفاد عربوں کے ساتھ بہتر تعلق میں ہے، نہ کہ اسرائیل جیسے خودغرض اور قلاش

ملک کی تائید میں۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم امریکہ اور اسرائیل کی تجارتی اشیاء کا بائیکاٹ کریں، جس کی فہرستیں بھی اخبارات اور سوشل میڈیا میں آچکی ہیں، کہ یہ بھی منکر پر ناراضگی کے اظہار اور ظالم سے بے تعلقی برتنے کا ایک مؤثر طریقہ ہے اور شرعاً بہ حیثیت مسلمان ہم اس بات کے مکلف ہیں کہ اس سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کرنا ہمارے لئے ممکن ہو، ہم اس سے دریغ نہ کریں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف مسلمانوں کے بائیکاٹ کرنے سے ان کا کیا نقصان ہوگا؟ یہ درست نہیں ہے، اول تو اگر مسلم ممالک بھی اس بائیکاٹ میں شامل ہوجائیں تو اس کے غیر معمولی اثرات مرتب ہوں گے، دوسرے : مسئلہ ان کو نقصان پہنچنے اور پہونچانے کا نہیں ہے؛ بلکہ اپنی طرف سے اظہار ناراضگی کا ہے، کتنے ہی واقعات پیش آتے ہیں کہ خاندان میں اختلاف پیدا ہوا اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کی دعوت میں شرکت سے گریز کرنے لگے، یہاں تک کہ بعض اوقات بات چیت بھی بند ہوجاتی ہے؛ حالاں کہ معلوم ہے کہ اس کے دعوت میں شریک نہ ہونے اور بات نہ کرنے سے دوسرے شخص کا کچھ بگڑنے والا نہیں ہے؛ لیکن مقصود اپنے جذبات کا اظہار ہوتا ہے، یہی جذبہ یہاں بھی ہونا چاہئے۔

غرض کہ یہ انسانی فریضہ ہے، یہ شرعی ذمہ داری ہے اور حمیتِ ایمانی اور غیرت اسلامی للکار کر ہم سے پوچھ رہی ہے کہ کیا ہم اس کے لئے بھی تیار نہیں ہیں؟؟

ضروری اعلان

ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور تقریباً سبھی ممبران کو سادہ ڈاک سے ارسال کیا جاتا ہے، بہت سے ممبران کی شکایت موصول ہوتی ہے کہ انھیں ماہنامہ بروقت موصول نہیں ہو پاتا، سادہ ڈاک کا کوئی سرکاری پروف بھی نہیں ہوتا کہ اس کی بنیاد پر کوئی کارروائی کی جاسکے، اس لئے طے کیا گیا ہے جو ممبر اپنی سہولت کے لئے اسے رجسٹرڈ ڈاک سے منگانا چاہتے ہیں وہ ماہنامہ کی سالانہ فیس کے ساتھ ساتھ رجسٹرڈ ڈاک کا محصول مبلغ/ 270 روپئے الگ سے ارسال کریں، ان شاء اللہ ان کے پتے پر ماہنامہ رجسٹرڈ ڈاک سے ہر ماہ بھیجا جائے گا۔ خط و کتابت اور کسی قسم کے رابطہ کے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور بتائیں۔ (ادارہ)

تعمیرِ حیات

کتب بینی کے زوال پذیر رویّے

محترم محمد فاروق رانا

ماخود ماہنامہ ''الفاروق''

دنیا جتنی بھی ترقی کر لے کتاب اور قلم کی ضرورت ہمیشہ قائم رہے گی۔ ان دو چیزوں کے بغیر انسان کا گزارا ہی نہیں ہوسکتا۔ آج دنیا کو جو کچھ میسر ہے وہ کتاب کی بدولت ہے۔ اگر کتاب نہ ہوتی تو انسان ترقی کی منازل کیسے طے کرتا؟ اگر کتاب نہ ہوتی انسان اپنی زندگی کو گزارنے کے راہ نما اصول کیسے سیکھتا؟ اگر کتاب نہ ہوتی تو انسان اور حیوان میں کیا فرق ہوتا؟ کتاب کا تعلق انسان کے ساتھ جسم اور روح کی مانند ہمیشہ جُڑا رہے گا۔ انسان کو تمام تر طاقت کتاب سے حاصل ہوتی ہے۔ کتاب کو پڑھ کر وہ اپنی اصلاح کرتا ہے، اپنی فکر بناتا ہے اور مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ گویا کتاب کے بغیر انسان ناقص ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی لیے قسم کھاتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا: **نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ**

''نون''(حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں)، قلم کی قسم اور اس (مضمون) کی قسم جو (فرشتے) لکھتے ہیں۔

انسان کی علمی اور عملی زندگی مطالعہ کتاب سے لازم وملزوم ہے۔ کتاب ایک ایسا انسانی ورثہ ہے جس کے بغیر انسان بہتری کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔ اور قلم کے بغیر انسانی زندگی اپنے معمولات میں جمود اور فتنہ وفساد کا شکار ہو جائے گی۔

کتاب کی ضرورت واہمیت

ارشاد نبوی ہے: **قَیِّدُوْا الْعِلْمَ بَالْکِتَابَۃِ**

علم کو کتاب میں قید کرو، یعنی لکھا کرو۔

اسی بنا پر علماء و مفکرین کتاب کو کنز اور خزانہ قرار دیتے تھے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

اِذَا وَجَدْتُ كِتَابًا جَدِيْدًا، فَكَانِّي وَقَعْتُ عَلٰى كَنْزٍ

جب مجھے کوئی نئی کتاب ملتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا مجھے کوئی خزانہ مل گیا ہے۔

کتاب قاری کو اپنے دور کے مصنفین کے افکار و نظریات اور احوال زمانہ سے آگاہ رکھتی ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے نئے افراد کی مضبوط کھیپ تیار کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جہاں قاری کتب کے ذریعے حالاتِ حاضرہ سے آگاہی حاصل کرتا ہے، وہاں کچھ کتب اسے دور قدیم کے نامور ائمہ، محدثین، فلاسفہ، حکماء اور مفکرین سے بھی فیض یاب ہونے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یعنی دور جدید میں رہتے ہوئے اگر دور قدیم تک کوئی رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا واحد ذریعہ کتاب ہے۔ چناں چہ علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

اچھی کتب کا مطالعہ نہ صرف انسان کے ذہن وشعور کو جلا بخشتا ہے، بلکہ انسان کو مہذب بھی بناتا ہے۔ بہترین کتب انسانی شخصیت میں نکھار اور وقار عطا کرتی ہیں۔ کتاب سے دوستی انسان کو شعور کی نئی منزلوں سے روشناس کرواتی ہے۔ الغرض! کتاب ہی انسان کی بہترین مونس اور رفیق ہے۔

کن کتب کا مطالعہ مفید ہے؟

اس بارے میں حتمی طور پر کوئی بات کہنا تو دشوار ہے، کیوں کہ ہر شخص کا ذوق دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک آدمی ایک فن سے دلچسپی رکھتا ہے تو دوسرا کسی دوسرے سے۔ البتہ چند ایسے امور ذکر کیے جاسکتے ہیں جن کی روشنی میں اس جہت کا تعین ممکن ہے:

۱۔ قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے اور اسے ترجمے کے ساتھ پڑھا اور سمجھا جائے۔ اگر کلام اللہ کو Bed Book (دلچسپی کا خاص موضوع) بنالیا جائے تو دنیا وآخرت میں کامیابی مقدر ہوجائے گی۔

۲۔ کتب احادیث اور کتب سیرت کو مطالعہ میں رکھا جائے تاکہ اکمل ترین انسان صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے شناسائی ہو اور اسوہ کامل کی پیروی کی جاسکے۔

۳۔ صحابہ وصحابیات اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کے حالات وواقعات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

۴۔ سلف صالحین اور دیگر ائمہ وعلماء کی زندگیوں کو پڑھا جائے، جنہوں نے امت وانسانیت کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں۔

۵— تاریخ کی کتب کو ضرور پڑھا جائے، کیوں کہ جو قوم اپنی شان دار روایات اور تاریخ کو زندہ رکھتی ہے، وہ زندہ رہتی ہے اور جو قوم اپنی تاریخ فراموش کر دیتی ہے، وہ خود بھی نسیا منسیا ہو جاتی ہے۔

۶— قدیم کتب کے ساتھ ساتھ جدید کتب اور موضوعات کو بھی زیر مطالعہ لائیں، تا کہ علوم کے میدان میں ہونے والی جدید تحقیقات سے آگہی ہوتی رہے۔

۷— جس فن سے دلچسپی ہو، اس کے ماہرین کی مشاورت سے کتب کو زیر مطالعہ لائیں۔

۸— اخلاق وآداب کے موضوع پر کتب کا ضرور مطالعہ کیا جائے، تا کہ ایک مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے مثالی افراد تیار کیے جا سکیں۔

۹— کتابی ذوق رکھنے والے افراد سے وابستگی اختیار کی جائے اور کتابوں کے حوالے سے وقتاً فوقتاً ان سے راہ نمائی لی جائے، کیوں کہ جیسے اچھی کتاب کے مطالعے سے آدمی فکری بلندیاں حاصل کر لیتا ہے، اسی طرح کسی غیر موزوں کتاب کے پڑھنے سے وہ اخلاقی پستیوں کا بھی شکار ہو سکتا ہے۔

اچھی کتابوں کا مطالعہ انسان کو مہذب بناتا ہے، شخصیت میں نکھار اور وقار عطا کرتا ہے۔ کتاب سے دوستی انسان کو شعور کی نئی منزلوں سے روشناس کراتی ہے۔ اچھی کتابیں زندگی پر بہت اچھے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ انسانی مزاج میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔ ذہن پر خوش گوار اور صحت منداثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مطالعے سے انسان کے اندر مثبت اور مضبوط سوچ پیدا ہوتی ہے۔ مطالعہ سے انسان کے اندر دلیل کے ساتھ بات کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ آج ہم سنی سنائی باتوں کی بجائے مطالعے کے ذریعے اپنے اندر تحقیق کا رجحان پیدا کریں تو بہت سے مسائل اور جھگڑوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ملت اسلامیہ دوبارہ سے دنیا میں عزت اور عروج حاصل کرنا چاہتی ہے تو ہمیں چاہیے کہ علم کی اس متاع گم گشتہ کو پھر سے حاصل کرنے کی فکر کریں، کیوں کہ علم کے اس زینے سے گزرے بغیر کام یابی کی بلندی تک پہنچنا ایک ناممکن عمل ہے۔

دورانِ مطالعہ کن اُمور کو ملحوظ رکھا جائے؟

کتاب کی تعیین کے بعد جب قاری اُسے پڑھنا شروع کرے تو چند باتوں کا اہتمام ضرور کرے:

جو مطالعہ کر رہے ہوں، اس کے مفید اور کار آمد ہونے کا یقین دل میں موجود ہو۔

اس تصور کے ساتھ مطالعے کا آغاز کریں کہ یہ پڑھنا ہی اس وقت میرے لیے دنیا کا اہم ترین مشغلہ

ہے۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ ہجوم میں بھی ہوں گے تو یک سوئی آپ کو خود بہ خود حاصل ہو جائے گی۔

مطالعے کے لیے ایک متعین لائحہ عمل اور دن میں ایک وقت ضرور مقرر ہونا چاہیے، تا کہ پڑھنے کی عادت پیدا ہو جائے۔اس کے علاوہ بھی جب وقت اور موقع میسر آئے کچھ نہ کچھ پڑھ ڈالیے۔ایسا کرنے سے تسلسل قائم رہے گا اور کتاب سے رشتہ مضبوط تر ہوگا۔

مطالعہ سے قبل اپنے ہاتھ میں قلم تھام لیجیے۔

سب سے پہلے کتاب کی فہرست، اس پر درج مقدمہ، پیش لفظ، دیباچہ یا کسی کا تبصرہ وتقریظ ہو تو اسے پڑھیں۔

دورانِ مطالعہ اہم باتوں کو نشان زد کرتے جائیں۔جب فارغ ہو جائیں تو ان مفید امور کو اپنی مخصوص ڈائری میں قلم بند کیجیے، تا کہ مکرر تلاش کی مشقت سے محفوظ ہو جائیں۔

مطالعے کے بعد دماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مطالعہ شدہ مواد سے نتائج اخذ کریں اور پھر حاصل مطالعہ اور نتائج کو ذہن نشین کر لیں۔بہتر ہوگا کہ اسے بھی کاغذ پر منتقل کر لیا جائے۔

مطالعہ کیسے کریں؟

حضرت انسان علم کے باعث ہی زمین کی گہرائیوں میں جھانکتا، سمندر کی تہوں کو بے نقاب کرتا اور کائنات کے ذرے ذرے میں پوشیدہ اسرار کی نقاب کشائی کرتا ہے۔اس کا دارومدار وسیع مشاہدے، ذاتی کاوشوں اور خصوصاً مطالعے کے چند اہم اصولوں پر ہے۔مطالعہ ایک فن ہے۔جو لوگ اس فن کو جانتے ہیں، وہ بہت کم وقت میں زیادہ فائدہ حاصل کر لیتے ہیں۔لیکن زیادہ تر لوگوں کے ساتھ یہ مسئلہ ہے کہ وہ پوری کتاب پڑھ بیٹھتے ہیں، مگر انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے اس مطالعہ سے کیا حاصل کیا ہے۔ذیل میں چند راہ نما اصول درج کیے جا رہے ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر مطالعہ میں دلچسپی بڑھائی جا سکتی ہے۔

کوئی بھی تحریر پڑھنے سے پہلے خود سے یہ سوال کیجیے کہ اس کے پڑھنے سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ کو خاص معلومات کی تلاش ہے یا آپ نے کچھ سیکھنا ہے یا محض وقت گزاری کے لیے پڑھ رہے ہیں؟ یہ بہت اہم سوالات ہیں اور آپ کے مقصد کو واضح کرتے ہیں۔

ہمیشہ شور وغل سے پاک ماحول میں مطالعہ کریں۔دوران مطالعہ مکمل توجہ مرکوز رکھیں۔توجہ ہٹانے والی اشیا، موبائل، لیپ ٹاپ، وغیرہ کو دوران مطالعہ خود سے دور رکھیں۔

اگر آپ تھکے ہوئے ہیں یا کسی بھی قسم کا ذہنی دباؤ ہے تو مطالعہ موقوف کر دیں۔

زیر مطالعہ کتاب میں اہم حصوں کو نشان زد کریں یا پوائنٹر سے نمایاں کریں، تاکہ بعد میں خاص نکات کو تلاش کرنے میں آسانی رہے اور اگر کتاب لائبریری کی ہے یا کسی دوست سے مستعار لی ہے تو نشان زد کرنے کے بجائے خاص جملوں اور پیرا گراف وغیرہ کو اپنے پاس کاپی میں نوٹ کر لیں۔

جو چیز یاد کرنی ہو اسے بار بار دہرائیں۔ بہتر ہے کہ چوبیس گھنٹے کے اندر دو بار دہرالیں۔ ماہرین کے مطابق ہمارا دماغ چوبیس گھنٹے بعد چیزوں کو بھولنا شروع کر دیتا ہے۔ اگر ایک بار ان کی تکرار کر لی جائے تو اس کو ہفتوں یاد رکھا جاسکتا ہے۔

دوسروں کو پڑھانے، پڑھا ہوا سنانے یا لکھنے سے بھی کوئی بات یا تحریر زیادہ عرصے تک ہمارے ذہن میں محفوظ رہتی ہے۔

کسی بھی مضمون یا تحریر کو پڑھتے وقت اس میں اپنی ذات کو شامل کر لیں۔ ماہرین نفسیات کے مطابق جس کام میں ہماری اپنی ذات شامل ہوتی ہے وہ ہمیں زیادہ دیر تک یاد رہتی ہے۔

مطالعہ کرنے کے بعد خود سے سوال کریں کہ آپ نے کیا سیکھا؟ کیا حاصل کیا؟ یا یہ کہ اگر مجھے متعلقہ تحریر کے بارے میں کسی کو بتانا ہو تو کیا بتاؤں گا؟

عہد حاضر میں کتاب بینی کی ناگزیریت

ایک مشہور مقولہ ہے کہ اگر دو دن تک کسی کتاب کا مطالعہ نہ کیا جائے تو تیسرے دن گفت گو میں وہ شیرینی باقی نہیں رہتی، یعنی انداز تکلم تبدیل ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کتابوں کے مطالعے سے ہمیں ٹھوس دلائل دینے اور بات کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں آج انٹرنیٹ کے دور میں بھی کتابیں پڑھنے کے رجحان میں غیر معمولی کمی نہیں ہوئی۔ وہاں زیادہ تر گھروں میں کتابوں کا کچھ نہ کچھ ذخیرہ دکھائی دیتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ان کی ضروریات زندگی میں شامل ہے۔

کتابیں ہماری محسن اور غم خوار ہیں۔ گوشۂ تنہائی میں ہمارے لیے ایک بہترین انیس ثابت ہوتی ہیں۔ ہم بلند پایہ مصنفوں کے خیالات، عظیم شعراء کے کلام اور بزرگوں کے حالات زندگی کے بارے میں

جان پاتے ہیں، جو ہمارے لیے علم کی لازوال دولت محفوظ کر گئے۔ان ہستیوں نے دنیا کو دیکھا، پرکھا، دنیا کی تلخیوں کے گھونٹ پیے،ملکوں ملکوں کی مسافت طے کی،قوانین قدرت کا مطالعہ کیااور پھر برسوں کے غور وفکر کے بعد فطرت کے سر بستہ رازوں کو منکشف کیااوراپنے مشاہدات وتجربات کا نچوڑ کتابوں کی صورت میں ہمارے سامنے رکھا،تا کہ ہم ان مشاہدات وتجربات سے مستفید ہوسکیں۔

کتاب بینی کے فوائد

کتابوں کا بڑااوراولین مقصد یہی ہے کہ انہیں پڑھا جائے اوران سے علمی زندگی میں استفادہ کیا جائے۔وہ مصنف کے طویل مطالعے کا نچوڑ ہوتی ہیں۔قاری ان سے کم وقت میں بہت سے فوائد حاصل کرسکتا ہے۔مثلاً:

مطالعہ سے متعدد ومتنوع افکار سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

ایک ہی مضمون کو کئی اسالیب میں اظہار کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

فکراورسوچ کا دائرہ وسیع ہوتا ہے، دماغی صلاحیتیں جلا پاتی ہیں۔

پڑھنے سے قوتِ حافظہ کوتقویت ملتی ہے۔امام بخاری سے حافظے کی دوا کے بارے میں دریافت کیا گیاتو فرمانے لگے: **لاأعلم شیئاأنفع للحفظ من نهمة الرجل، ومداومة النظر**

حافظہ کے لیےآدمی کے انہماک اوردائمی نظر ومطالعہ سے بہتر کوئی شے میرے علم میں نہیں۔

اپنی کمزوریوں اور جہالت کاادراک ہوتاہےاورحصول علم کی جستجو میں مزیداضافہ ہوتا ہے۔

صحیح اورغلط کی پہچان اورتنقید کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

وقت فضولیات میں ضائع ہونے سے محفوظ ہوتا ہے۔

مختلف لوگوں کے اسالیب تحریرسامنے آتے ہیں،جس سے لکھنے کا صحیح ڈھنگ آجاتا ہے۔

مطالعہ سےفن تخلیق کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

آدمی کی ہمت اورحوصلے میں اضافہ ہوتاہے، کچھ کردکھانے کا جذبہ اس میں جوش مارنے لگتا ہے کہ جب دنیا یہ کارنامے انجام دے سکتی ہےتو میں بھی کرسکتا ہوں۔

انسان میں چھپی صلاحیتیں ظاہر ہوتی ہیں اورظاہری صلاحیات مزید نکھرتی ہیں۔

مطالعہ انسانی ذہن کی بند گرہ کو کھولتا ہے اور شعور بیدار کرتا ہے، جس سے انسان معاشرے کا کارآمد فرد، قوم کا ہونہار سپوت اور رازِ نکتہ سے واقف ہوتا ہے۔ اچھی علمی کتاب کا مطالعہ ایک ایسا عمل ہے جس میں انسان کو کسی بھی نقصان کا خدشہ نہیں ہوتا، بلکہ اہل دانش کے نزدیک کتاب سے بہترین اور کوئی دوست نہیں ہوتا۔

سرور علم ہے کیف شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں ہے کتاب سے بہتر

کتب سے لگاؤ اور ہمارا مستقبل

جدید دور میں اگرچہ مطالعہ کے لیے نئے نئے ذرائع متعارف کروائے گئے ہیں اور پھر ٹیکنالوجی کے باعث علم کے حصول میں انقلاب برپا ہو چکا ہے، مگر یہ کہنا غلط نہیں کہ کتابوں کی دائمی اہمیت وافادیت اپنی جگہ قائم ودائم ہے اور اس میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان اور کتاب کا رشتہ اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود انسانی تہذیب وتمدن کا سفر اور علم وآگہی کی تاریخ قدیم ہے۔ کتب بینی سے جذبہ کو ترغیب ملتی ہے۔

ہمارے عہد کی نسل کو کتابوں کی دنیا بہت روکھی پھیکی دکھائی دیتی ہے۔ وہ بڑی چھوٹی اسکرین میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ لطف جو کتب بینی میں پنہاں ہے اسے سمجھنے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہے۔ لکھاری کی انگلی پکڑ کر قاری فہم وفراست اور درون بینی کی جن وادیوں سے گزرتا ہے وہ وادیاں کارٹون کے شوخ رنگوں میں کہیں گم ہو کے رہ گئی ہیں۔ عین ممکن ہے کہ ایک دن کتاب بھی نوادرات میں شامل ہو جائے، جب کہ مغربی ممالک میں اس کے برعکس صورت حال ہے۔ وہاں کتاب کو اہمیت اور مقبولیت حاصل ہے۔ کثیر تعداد میں کتابیں چھاپی اور پڑھی جاتی ہیں۔

اخبار پڑھنے کا رجحان بھی موبائل فونز اور کیبل کی سہولت کی نظر ہو چکا ہے۔ خبر سنائی اور دکھائی دیتی ہیں تو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

لیکن تیزی سے بڑھتے ہوئے یہ سب رجحانات صحت مندانہ نہیں ہیں، بلکہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔

حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے جب ورثہ اسلامی کو مغرب کی دیواروں میں مقید پایا تو ان کا قلب لخت لخت ہو گیا۔ جو علوم وفنون کی بہترین کتب ہمارے اسلاف نے رقم کیں وہ اہل مغرب کے لیے استفادہ کا باعث بن رہی ہیں اور ہم اپنے ہی ورثے سے لاتعلق ہیں، جس کی وجہ سے ترقی اور وقار دونوں ہم

سے چھین لیے گئے ہیں۔آپ فرماتے ہیں#

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

کتب بینی کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ مقامی سطح پر عوامی کتب خانے قائم کیے جائیں، جہاں مختلف موضوعات پر کتب موجود ہوں۔

اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو اس نام نہاد جدید دور میں ہماری آنے والی نسلوں پر علم کے دریچے ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیں گے اور جس معاشرے میں علم کے دریچے بند ہو جائیں وہاں صرف جہالت، اندھیرا اور پسماندگی چھا جاتی ہے۔

آج ہماری نئی نسل میں ذہنی تناؤ اور وباؤ جیسی بیماریاں بھی اسی لیے عام ہو رہی ہیں کہ وہ حقیقت پسندی سے کوسوں دور ہیں۔ وہ زندگی کے نشیب و فراز کے بارے میں بالکل آگہی نہیں رکھتے، کیوں کہ وہ مطالعہ نہیں کرتے۔ اگر روزانہ مختصر وقت کے لیے کسی اچھی کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو بہت سی بیماریوں کے لاحق ہونے کے خطرات کم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ذہن کو صحت مند رکھنے کے لیے اچھی کتابوں کا مطالعہ اسی طرح ضروری ہے، جیسے جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ورزش ضروری ہے۔ اس سے نا صرف انسان کا شعور بے دار ہوتا ہے، بلکہ سوچ کا زاویہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے۔

کتب بینی سے انسان کے اندر تحقیقی اور تجزیاتی سوچ پروان چڑھتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان دینی، قومی اور بین الاقوامی امور پر ایک واضح سوچ رکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ ایک کثیر المطالعہ شخص کو کسی جھوٹے پراپیگنڈے سے متاثر نہیں کیا جا سکتا، ایسا شخص بڑی تیزی سے معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے۔

کتب بینی کے نتیجے میں انسان اپنے مقصد حیات کو متعین کرنے میں کام یاب ہو جاتا ہے، جو ایک بامقصد زندگی گزارنے کے لیے از حد ضروری ہے۔ جب کہ مطالعہ کے دوران میں کسی ایسے فرد کی زندگی کے بارے میں پڑھنا جو اپنی زندگی میں آنے والی رکاوٹوں کو عبور کر کے اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ درحقیقت یہ شے انسان کے اندر اپنے مقاصد کے حصول کے لیے عزم کو بڑھا دیتی ہے، جس سے

انسان کو یک گونا تحریک ملتی ہے اور اپنے مقصد میں کام یابی کے حصول کے لیے جستجو میں لگ جاتا ہے۔

لمحہ فکریہ

محترم قارئین! یہ صرف لمحہ فکریہ ہی نہیں، بلکہ ارزل ترین المیہ ہے، بلکہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ جس دین کا پہلا حکم اقرا یعنی پڑھنے کا تھا، اس دین کے پیروکار آج علم سے کوسوں نہیں، میلوں دور ہیں۔ محنت سے جی چُرا رہے ہیں۔ شارٹ کٹس کی تلاش میں رہتے ہیں، اصول ہے کہ ترقی صرف اور صرف علم کے راستے سے ہوتی ہے۔ یہ ایک صبر آزما اور تسلسل کے ساتھ جاری رکھنے والا عمل ہے۔ امام ابو یوسف کا یہ قول آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے: ''**لایعطیک العلم بعضه حتی تعطیه کلک**''
(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب البغدادی)

علم اُس وقت تک تمھیں اپنا کچھ حصہ بھی عطا نہیں کرے گا جب تک تم اپنا سب کچھ علم کے لیے وقف نہیں کر دو۔

ہمیں سوچنا ہوگا کہ کتب بینی صرف ایک شوق یا ضرورت ہی نہیں، بلکہ ہماری اجتماعی زندگی کے لیے آکسیجن کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی میں زندگی اور بقا مضمر ہے۔ جب اجتماعی زندگی کا مدار اس پر ہے تو اس کے لیے کاوشیں بھی اجتماعی طور پر کی جائیں گی تو بارآور ہوں گی۔ ہمیں علم اور کتاب سے محبت کا کلچر زندہ کرنا ہو گا۔ علم سے محبت اور علم سیکھنے سکھانے میں ہماری ملی حیات کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر اس راز کو نہ سمجھے اور علم کو اپنی ترجیح نہ بنایا تو صدیوں سے سوئی ملت کے لیے تقدیر کا قاضی اجتماعی خودکشی کا فیصلہ صادر کرے گا!

قرآن کریم کی عظمت واہمیت:

☆ حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قرآن کریم کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اہتمام کیا کرو، اس عمل سے آسمانوں میں تمہارا ذکر ہوگا اور یہ عمل زمین میں تمہارے لیے ہدایت کا نور ہوگا''۔ (سنن بیہقی)

☆ حضرت سعد بن عبادہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن پڑھ کر بھلادے تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے یہاں اس حال میں آئے گا کہ کوڑھ کے مرض کی وجہ سے اس کے اعضاء جھڑے ہوئے ہوں گے۔ (سنن ابوداؤد)

علمی تحقیق گذشتہ سے پیوستہ

کیا قرآنِ کریم میں سائنس کی تعلیم بھی ہے؟

مولانا محمد معاویہ سعدی
استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہرعلوم سہارنپور

ب : ’’تذکیر بأیام اللہ‘‘: نظامِ کائنات میں غور وفکر کرنے والا اگر موحد اور پختہ مسلمان ہے تو اُس کے لیے قرآن میں مذکور ’’آیات اللہ‘‘ (اللہ کی نشانیوں) میں غور وفکر کے تین مقاصد میں سے دوسرا مقصد ہوگا: ’’تذکیر بأیام اللہ‘‘۔

یعنی گذشتہ اُمتوں کے ساتھ اللہ نے اِنعام واِکرام، یا عقاب وعذاب کے جو معاملات فرمائے ہیں اُن واقعات اور اُن کے باطنی اور تشریعی اَسباب میں غور کرکے، اُن سے عبرت ونصیحت حاصل کرنا، پھر اہلِ نعمت کے طریقوں کو اِختیار کرنا، اور اہلِ نِقمت (عذاب) کے عمل، طرزِ عمل اور اُن کے راستوں سے خود کو بچانا۔

واضح رہے کہ اہلِ اِیمان کا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ گذشتہ قوموں کی ترقی یا تنزلی کے باطنی اور تشریعی اَسباب میں ہی غور کرتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارے ظاہری اَحوال، دراَصل ہمارے باطنی اَحوال واَعمال کے مظاہر اور عکاس ہوتے ہیں، اگر باطن (اِیمان واَعمالِ صالحہ کے ذریعے) درست ہے تو اللہ تعالیٰ اُسی لحاظ سے ظاہری اَحوال مرتب فرماتے ہیں، عقلیں کھول دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں صحیح اَسباب اِختیار کیے جاتے ہیں، اور فیصلے درست ہونے لگتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ[الأعراف ۹۶]

اور اگر بستیوں والے اِیمان لاتے اور تقویٰ اِختیار کرتے تو ہم اُن پر آسمان وزمین سے برکات — کے دروازے — کھول دیتے، لیکن اُنھوں نے جھٹلایا، تو ہم نے اُن کی پکڑ کرلی اُن کے کرتوتوں کی بنا پر)۔

ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ[النور ۵۵]

اللہ نے وعدہ کیا ہے تم میں سے اُن لوگوں سے جو اِیمان لائے اور اَعمالِ صالحہ کیا کہ اُن کو زمین میں خلافت عطا فرمائیں گے جیسا کہ اُن سے پہلوں کو خلافت عطا کی تھی۔

اِنہی باطنی اور تشریعی اَحوال واَعمال کے تناظر میں اللہ کی خاص نصرت اور رحمت کے طور پر، عادۃُ اللہ سے مافوق، اور اَسباب سے ماوَراء معجزات وکرامات اور آیاتِ بینات کا بھی ظہور ہوتا ہے، جس میں کہیں آگ گلزار بن جاتی ہے، کہیں پانی راستہ بن جاتا ہے، کہیں ہوا سواری بن جاتی ہے، کہیں مردے زندہ ہوجاتے ہیں، کہیں چاند کے دوٹکڑے ہوجاتے ہیں، اور کہیں چھوٹی سی بے سروسامان جماعتیں اپنے سے کئی گنا بڑی بڑی طاقتوں کو شکستِ فاش دے کر، اُن کے غرور کو پاش پاش کردیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ اِرشاد کچھ اِسی پس منظر میں ہے: إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ[آل عمران ۱۶۰]

اگر اللہ تمھاری نصرت کردے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا، اور اگر وہ تمھیں چھوڑ دے تو اُس کے بعد کون ہے جو تمھاری مدد کرے، اور اِیمان والوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں)۔

اِسی طرح یہ اِرشاد بھی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

اے اِیمان والو! اگر تم اللہ کا ساتھ دوگے تو اللہ بھی تمھاری مدد کریں گے اور — دشمن کے بالمقابل — تمھارے قدم جمادیں گے۔

تشریعی اَعمال وباطنی اَحوال کی تاثیر کا یہی وہ مضمون بھی ہے جو قرآنِ کریم میں فَانْظُرُوا، فَانْظُرُوا کہہ کہہ کر، مختلف انداز میں بار بار بیان فرمایا گیا ہے، مثلاً ایک جگہ اِرشاد ہے: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ، هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ[آل عمران ۱۳۷۔۱۳۸]

تم سے پہلے بہت سے دور گذر چکے ہیں، سو زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟ یہ (عام) لوگوں کے لیے کھلی ہوئی (تنبیہ اور) وضاحت ہے، اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے سامانِ ہدایت اور نصیحت ہے۔

ایک اور جگہ اِرشاد ہے: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ[الحشر ۱۹]

اور (اے ایمان والو!) اُن لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے اُن کو اُن کی اپنی ذات سے بھی غافل کر دیا (کہ وہ آئندہ کے لیے اور آخرت کے لیے اُس کی کچھ فکر نہیں کر پاتے)، یہی ہیں وہ لوگ جو نافرمان ہیں۔

یہ باطنی وتشریعی اَسباب اور ان پر مرتب ہونے والے اثرات کا یہ نظام ہمیشہ کے لیے ہے، جس کے بارے میں اللہ نے خود فرمایا ہے: سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا [الأحزاب ۶۲ :]

یہی اللہ کا دستور اور قانون رہا ہے گذشتہ اُمتوں میں، اور آپ اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

اِس کے برخلاف مادّی اَسباب کی تاثیر اَفراد اور زمانے کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے، ضروری نہیں ہے کہ جو دَوا ایک مریض کے لیے مفید ہو وہی دوسرے کے لیے بھی مفید ہوجائے، جو تدبیر ایک موقع پر کارگر ہو وہی دوسرے موقع پر بھی مؤثر ہوجائے، تو مادّہ پرست طبقات کی یہ عجیب دانش مندی ہے کہ اَصل، اور لازوال وسدا بہار علاج اور تدبیر کو تو بالکل ہی نظر انداز کر دیا جائے، اور وقتی وظاہری اَسباب پر ایسا تکیہ اور بھروسہ کرلیا جائے کہ اُن کی پرستش کی بُو آنے لگے!۔

ج : ''حکمت اور علت کی تحقیق'': ایک پختہ فکر مسلمان کے لیے نظامِ کائنات میں غور وفکر کا تیسرا مقصد ''حکمت اور علت کی تحقیق'' بھی ہوسکتا ہے۔

یعنی صرف عین الیقین (مشاہدے) کے حصول اور ذوقِ تحقیق کی تسکین کے لیے، کائنات کے کسی وقوعے کے سربستہ رازوں تک رسائی کی کوشش کرنا، اور قضا وقدر کے فیصلوں پر دِل سے راضی رہتے ہوئے، اُس کا ظاہری سبب تلاش کرنے کی سعی کرنا۔

جیسا کہ اُسوۂ اِبراہیمی سے اِس کا ثبوت ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي [البقرة:۲۶۰]

اور اُس وقت کے واقعے کو یاد کرو جب کہ اِبراہیمؑ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا: اے میرے پروردگار! آپ مجھ کو یہ دکھلا دیجے کہ (آپ قیامت میں مثلاً) مردوں کو کس طرح زندہ کریں گے؟ اللہ نے فرمایا: کیا تم کو یقین نہیں ہے؟ عرض کیا: کیوں نہیں؟ لیکن صرف اِس واسطے چاہتا ہوں تا کہ (کیفیتِ اِحیا کی مختلف ممکنہ صورتوں میں سے، مشاہدہ کے ذریعے کسی ایک پر) دِل کو تسلی (اور ٹھہراؤ) ہوجائے۔

اُسوۂ اِبراہیمی کے اتباع میں اگر اَفرادِ اُمت میں سے بھی کسی کو مادّیت اور تکلف میں پڑے بغیر، اَسرار وحِکَم کے یہ علوم وہبی طور پر حاصل ہوجائیں تو یقیناً یہ قابلِ تعریف اور قابلِ رشک وصف ہے، جیسا کہ حکمائے اِسلام، فقہائے کرام اور صوفیائے عظام کے ہاں اس کی بکثرت مثالیں ہیں۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں :

"... میں یہ نہیں کہتا کہ اَحکامِ شرعیہ میں حکمتیں نہیں ہیں، حکمتیں ضرور ہیں، مگر اول تو ہم کو اُن کا اِحاطہ نہیں، دوسرے یہ کہ اُن کے اِدراک کا طریقہ یہ نہیں جو (آج کل ریسرچ اور تحقیق کے ذریعے) اِختیار کیا گیا ہے، بلکہ وہ محض موہوب ہیں، جن کا اکثر ترتب تقویٰ پر ہوا ہے۔

ذرا تاریخ میں دیکھیے کہ اُمت میں جو بڑے بڑے لوگ جیسے شاہ ولی اللہ، ابن العربی، عبد الکریم جیلی رحمہم اللہ وغیرہ گذرے ہیں اور اُنھوں نے حِکَم واَسرار؛ شریعت کے لکھے ہیں، تو کیا اُنھوں نے ان اَسرار کو کسی مدرسہ میں سیکھا تھا، یا کسی مناظرہ سے حاصل کیا تھا؟ ہر گز نہیں! مگر یہ بات اِختیار کی تھی کہ مدرسہ سے نکل کر علم پر عمل کرنا شروع کر دیا، خلوص اِختیار کیا، اس سے ان کے قلب میں ایک نور پیدا ہوا، جس کی بدولت اُن کو سب کچھ منکشف ہو گیا، اسی کو کہتے ہیں:

بینی اندر خود علومِ انبیاء		بے کتاب وبے معید واُوستا

بغیر کتاب، اُستاد اور یاد کرانے والے کے، اپنے اندر انبیاء کے علوم محسوس کرو گے۔

(فوائد الصحبۃ ص ۲۴ :)

حکیم الامتؒ کا ایک اِرشاد یہ بھی ہے کہ:

"میرے پاس اگر کوئی دو برس رہے تو میں اِن شاء اللہ تعالیٰ ثابت کر دوں گا کہ ہر حُکمِ شریعت میں حِکَمِ عقلیہ (عقلی مصلحتیں بھی) ہیں، مگر (بات یہ ہے کہ) ہم ان کو علومِ عظیمہ نہیں سمجھتے، کیوں کہ وہ سب ظنی ہیں، (جب کہ اَصل علوم جو عقائد واَحکام کی معرفت پر مشتمل ہیں، اُن سب کا مبنیٰ اور سرچشمہ قطعیات ہیں)، لوگوں نے بہت سے حِکَم لکھے ہیں، اور اَب بھی اِلہام سے (منکشف) ہوتے ہیں، مگر یہ سب علوم (اور اُن کے سرچشمے) ظنی ہیں، اِس لیے علماء اس میں مشغول نہیں ہوتے (کیوں کہ اصل مقصود تو اِیمان واِحتساب کے ساتھ نصوص اور اُصولِ شرع کا اتباع کرنا ہے، اور وہ علل ومصالح کے جاننے پر موقوف نہیں)۔

دوسرے اِس میں یہ بھی خرابی ہے کہ اگر وہ کبھی ظنیت کے سبب مخدوش ہو گئے (اور حکم بزعمِ سامع اُسی پر مبنی تھا) تو اس کے منہدم ہوجانے سے حکمِ شریعت بھی منہدم ہوجاوے گا۔ لہٰذا بیانِ اَسرار سے جواب دینا بے غبار راستہ نہیں، صاف جواب یہی دینا چاہیے کہ ہم اَسرار نہیں جانتے،

قیامت میں خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لینا'' (فوائد الصحبۃ ص ۲۸-۲۹)۔

ایک اور جگہ یہ اِرشاد ہے :

''اِس میں تو کوئی شک نہیں کہ اصل مدار ثبوتِ اَحکامِ شرعیہ فرعیہ کا نصوصِ شرعیہ ہیں، جن کے بعد اُن کے اِمتثال اور قبول کرنے میں اُن میں کسی مصلحت وحکمت کے معلوم ہونے کا اِنتظار کرنا(کہ بغیر حکمت معلوم ہوئے نہ عمل ہو، نہ قبول کیا جائے) بالیقین حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ بغاوت ہے ...،لیکن اِس میں بھی شبہ نہیں کہ اُن اَحکام میں بہت سے مصالح اور اَسرار بھی ہیں کہ بعض طبائع کے لیے اُن کا معلوم ہوجانا اَحکامِ شرعیہ میں مزید اِطمینان پیدا ہونے کے لیے ایک درجہ معین ضرور ہے، گو اہلِ یقینِ راسخ کو اِس کی ضرورت نہیں...، اِسی راز کے سبب بہت سے اکابر وعلماء مثل امام غزالی وخطابی وابن عبد السلام رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں اِس قسم کے لطائف ومعانی پائے جاتے ہیں... اِلخ (ملخص اَز : مقدمہ''المصالح العقلیہ'')۔

خلاصہ یہ کہ علل وحِکَم کی یہ تحقیقات: کائناتی نظام (تکوینیات) کے اَسباب وعلل اور شرعی اَحکام (تشریعیات) کے اَسرار وحِکَم کا حصہ ہیں، اِس طرح کے اُمور کا نہ تو بندہ مکلف ہے، اور نہ ہی خود یہ تحقیقات مدارِ اَحکام اور علتِ شرائع ہیں، یہ تو وہبی طور پر کسی کو اِلقا ہوجاتی ہیں، جن کو محض ذہنی بالیدگی اور تسکینِ ذوق کے لیے بیان بھی کیا جاسکتا ہے، مگر اِن کے ہونے نہ ہونے سے مسئلہ کی اصل حیثیت اور مرتبہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا؛ الا یہ کہ کوئی اور دلیلِ شرعی ہی اس کی متقاضی ہوجائے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں :

''... اِس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اَحکامِ شرعیہ میں گو مصلحت ہو؛ مگر اِطاعت اس پر موقوف نہ ہونا چاہیے، بلکہ اِطاعت محض رضا کے لیے ہو...''۔(فوائد الصحبۃ ص ۲۴ :)

دعائے مغفرت کی درخواست

دفتر ماہنامہ کے رفیق مولانا جمیل احمد سیتا پوری کے ماموں اور حافظ محمد امین خادم مدرسہ کے سسر مولانا یعقوب مظاہری مختصر علالت کے بعد ۱۳ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ/ ۲۹ ستمبر ۲۰۲۳ء جمعہ کے روز بعد عصر اللہ کو پیارے ہوگئے، مولانا مرحوم مظاہر علوم کے قدیم فضلاء میں سے تھے، پوری زندگی علوم دینیہ کی تدریس میں گزاری، اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے، جنت کے اعلیٰ مقام کو ان کا مسکن بنائے، پس ماندگان کو صبر عطا فرمائے۔تمام قارئین سے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

حاصلِ مطالعہ

تسلسل کے لئے ماہ ستمبر ۲۰۲۳ء کا شمارہ دیکھیں

اللہ تعالیٰ کی سنّت وقدرت

مولانا محمد راشد گورکھپوری
شعبہ تحفظ ختم نبوت مظاہر علوم سہارنپور

گذشتہ مضمون میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ نیچری فکر کے حامل لوگ سنت اللہ کی آڑ میں قدرت اللہ کا انکار کرتے ہیں اور عجائبات قدرت و معجزات کے انکار کے لئے بے بنیاد اور بے تکی تاویلیں کرجاتے ہیں، انہیں تاویل کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ وہ دین ومذہب سے نسلی تعلق کی وجہ سے صاف طور پر دستبرداری کا اظہار نہیں کرسکتے اور چونکہ سائنس اور علومِ جدیدہ کو ہر چیز کے ردوقبول کے لئے معیار و کسوٹی مان رکھا ہے اس لئے سائنسی تحقیقات کو غلط بھی کہنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، خواہ اس کے لئے آیات قرآنیہ کی باطل تاویلات ہی کرنی پڑے، قرآن مجید کے اولین مخاطبین، براہ راست پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتسابِ فیض کرنے والوں کے فہم، اور قدیم کلام کے سند وحجت ہونے کا انکار ہی کیوں نہ کرنا پڑے، اور محاورہ عرب، دواوین عرب، زبان وادب کے قواعد، اور اصول تفسیر کی خلاف ورزی ہی کیوں نہ لازم آئے۔

اس سلسلہ کے صرف دونمونے ملاحظہ فرمائیں:

۱— قرآن پاک میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور معجزہ مٹی کے جانور بنادیتے تھے اور پھونک مار کر ہوا میں پرندوں کی طرح اڑا دیتے تھے: **انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن الله** (سورہ آل عمران/ آیت ۴۹) کہ میں تمہارے لیے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

بے جان چیزوں میں روح ڈالنا چونکہ امر عجیب ہے اس لئے مسٹر محمد علی لاہوری نے آیت شریفہ کو استعارات پر محمول کرتے ہوئے اعجاز عیسوی کو ختم کرنے کی کوشش کی، وہ لکھتا ہے:

> برنگ استعارہ یہاں طیر سے مراد ایسے لوگ ہیں جو زمین اور زمینی چیزوں سے اوپر اٹھ کر خدا کی طرف پرواز کرسکیں اور یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ کس طرح نبی کے نفخ سے انسان

اس قابل ہوجاتا ہے کہ وہ زمینی خیالات کو ترک کر کے عالم روحانیت میں پرواز کرے۔

(بیان القرآن ۱/ ۲۸)

۲ – قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا (سورجن/ آیت ۱)

آپ فرمادیجئے کہ مجھ کو حکم آیا کہ کچھ جنوں (جنّات) نے سنا پھر کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

یہاں پر جنات کے قران سننے کا ذکر ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز میں قران پاک کی تلاوت فرمارہے تھے، کچھ جن ادھر سے گزرے اور قران کریم کی پرتاثیر تلاوت سن کر ایمان لے آئے، پھر اپنی قوم میں جا کر تمام تفصیلات بیان کیں۔

اس آیت میں ’’جن‘‘ سے مراد اللہ کی وہی مخلوق ہے جو عام طور پر نظروں سے پوشیدہ رہتی ہے اور جس مخلوق کا ثبوت قرآن کریم، احادیث متواترہ، اور مشاہدات سے ہے، تمام تفاسیر معتبرہ سے یہی ثابت ہے، لیکن مسٹر محمد علی لاہوری نے مشہور تفسیر کے خلاف ایک نیا معنیٰ گھڑا ہے کہ یہاں جن سے مراد عیسائی قوم ہے، وہ لکھتا ہے:

جن سے مراد انسان ہی ہیں چونکہ یہ باہر کے لوگ تھے جو اہل عرب کی نظر سے مخفی تھے اس لیے انہیں جن کہا گیا ہے اور یہ جن عیسائی تھے۔ (بیان القرآن ۲/ ۱۴۱۲)

چونکہ یہ بات روزمرہ کے مشاہدہ اور عام قوانین کے خلاف ہے اس لئے متواتر معنیٰ سے ہٹ کر ایک الگ معنیٰ بیان کیا تاکہ نیچری ذھن گراں بار نہ ہو۔

امور عجیبہ کے انکار کے پیچھے نیچریوں کی یہ سوچ کارفرما ہوتی ہے کہ انہیں ان کا مشاہدہ نہیں ہوتا، گویا ان کا دعوی کائنات کے احاطے کا ہے، حالانکہ انسان کتنی ہی ترقی کرلے، کتنی ہی بلندیوں پر پہنچ جائے لیکن وہ کائنات کا احاطہ نہیں کرسکتا، **ولا یحیطون بشیٔ من علمه الا بما شاء** - (سورۃ البقرہ/ آیت ۲۲۵) اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر وہ جتنا چاہے۔

وما یعلم جنود ربک الا هو، وماهی الا ذکری للبشر۔ (سورۃ المدثر/ آیت ۳۱) تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ تمام بنی نوع انسان کے لیے پندونصیحت ہے۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (سورۃ بنی اسرائیل/ آیت ۸۵) اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔

قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم (سورۃ البقرہ/ آیت ۳۲)

انہوں نے کہا اے اللہ تیری ذات پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے پورے علم اور حکمت والا تو تو ہی ہے۔

جب بارگاہ ایزدی میں رہنے والے مقرب فرشتے پکار اٹھے کہ ہمیں بس اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے بتا دیا ہے، تو دوسروں کی کیا حیثیت ہے کہ وہ کائنات کے احاطے کا دعوی کرسکیں؟ دین ومذہب کے علاوہ دنیا کے تجربات بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ عدم مشاہدہ کسی چیز کے عدم کی دلیل نہیں، علم وتحقیق کی کمی اور مشاہدہ اور تجربہ کے فقدان کی وجہ سے آدمی بعض چیزوں کو خلاف عادت بلکہ ناممکن اور محال بھی سمجھ لیتا ہے، انسان اپنی ناقص عقل کی بنیاد پر کچھ آنکڑے اور اندازے لگاتا ہے مگر مرور زمانہ سے وہ اندازے فیل ہوجاتے ہیں۔

ایک صدی قبل تک لوگوں کے تخمینے تھے کہ انسان صرف زمین پر چلنے والی گاڑیاں ہی بنا سکتا ہے اور صرف زمین ہی پر جنگ لڑ سکتا ہے، فضاء میں لڑنا اور فضاء میں اڑنے والی گاڑیاں بنانا اس کے دسترس میں نہیں ہے، مگر آج فضا میں اڑنے والے ہوائی جہازوں، جیٹ طیاروں اور جنگی جہازوں نے اس کے اندازے غلط ثابت کردیے۔

اب اگر کوئی شخص دنیا کے موجودہ نظام کو دیکھ کر اللہ کے تعلق سے کچھ حدیں تجویز کرے اور کہے کہ خدا جو کچھ کر رہا ہے اس کے سوا کچھ نہیں کرسکتا تو ایسا شخص صرف اپنے کوتاہ اندیش اور عقل وخرد کے تنگ ہونے کا ثبوت دے گا۔

جب انسان کے اپنے متعلق کیے گئے اندازے غلط ہو گئے تو پھر خدا کی قدرت تو بہت وسیع ہے وہ اس کی باندھی ہوئی حدوں میں کیسے بندھ سکتی ہے؟ اس لیے عقلمندی اور دانائی یہی ہے کہ اللہ کے کاموں کو اور عجائبات ربانیہ کو اس کی قدرت کے پہلو سے دیکھا جائے نہ کی ضعیف البنیان انسان کے ناتواں پہلو سے۔

انسان کی ناتوانی کا حال یہ ہے کہ پرانے زمانے کے اعتبار سے کمپیوٹر، فیکس، وائرلیس، موبائل، انٹرنیٹ، مصنوعی سیارچوں کی ایجاد ناممکن اور چاند پر پہنچنا محال تھا، لیکن آج یہ تمام چیزیں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، کیونکہ یہ تمام چیزیں درحقیقت ناممکن اور محال نہیں تھیں، البتہ علم وتحقیق کی کمی اور تجربہ ومشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں خلاف عقل اور محال سمجھا جاتا تھا۔

علامہ انور صابری نے خوب کہا ہے

سفر سے لوٹ کے ائے جو منکر معراج		شکست عقل نے کھائی بڑے غرور کے بعد

انسانی اندازوں کے خلاف پیش آنے والے واقعات نے دنیا کو سمجھا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات، عجائبات الٰہیہ، برزخ، قیامت اور آخرت میں پیش آنے والے واقعات سب ممکن ہیں، ان کا انکار نہیں ہوسکتا، انسان نے اپنی کم فہمی سے اور اس کا مشاہدہ ونظیر نہ ہونے کی وجہ سے ان کو خلاف عقل اور محال سمجھ لیا۔

آج جبکہ طرح طرح کی حیرت انگیز دریافتیں ہورہی ہیں، نئے نئے اکتشافات نے انسان کو حیران وششدر کررکھا ہے مگر یہ لکھنے میں ہمیں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ ان تمام مشینی ایجادات واکتشافات کے باوجود انسان کی معلومات کا دائرہ حد درجہ ناقص ہے، کائنات کے ایک ایک جز کا احاطہ انسان کے بس سے باہر کی بات ہے، **وخلق الانسان ضعیفا**، کی سچائی آئے دن ظاہر ہورہی ہے، جب انسان کمزور ہے، اس کی معلومات ناقص ہیں، اس کے تجربات محدود ہیں، تو اللہ کی وسیع وعریض کائنات اور بے حد وحساب سمندر کو چلوؤں سے ناپنے کی حماقت نہیں ہونی چاہیے اور "ایاز قدر خود بشناس" کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے چھوٹا منہ بڑی بات سے پرہیز کرنا چاہیے۔

حلال روزی کی کوشش پر اجر وثواب:

ایمان، نماز، زکوٰۃ اور اسلام کے بنیادی ارکان کے بعد حلال روزی حاصل کرنے کی فکر اور کوشش بھی ایک اسلامی فریضہ ہے اور کسبِ حلال کی دین میں اتنی اہمیت ہے کہ اسے بھی فرض کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حلال حاصل کرنے کی فکر وکوشش فرض کے بعد فریضہ ہے۔

"عن عبداللہ قال قال رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :طَلَبُ کَسْبِ الْحَلاَلِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ"۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان، رواہ الطبرانی ۱۰/ رقم ۹۹۹۳)

اور اللہ کے مقرر کئے ہوئے کسی فریضہ کا ادا کرنا اس کی بندگی اور عبادت ہے اور بندہ اس پر اجر وثواب کا مستحق ہے، تو کسبِ حلال کی فکر وکوشش اور اس میں مشغول ہونا بھی دین وعبادت اور اجر وثواب کا باعث ہے۔

اسلامی تعلیمات

{گذشتہ سے پیوستہ}

آدابِ ضیافت

مولانا مفتی محمد حیان بیگ
استاذ شعبۂ تفسیر مظاہر علوم سہارنپور

مہمان کو سب سے اچھی جگہ بٹھائے

ابوعبید القاسم بن سلام فرماتے ہیں: میں امام احمد بن حنبلؒ سے ملاقات کے لیے گیا، جب میں ان کے گھر میں داخل ہوا، تو انہوں نے کھڑے ہو کر مجھے گلے لگایا، اور مجھے بیچ میں بٹھایا؛ میں نے عرض کیا: میں نے تو سنا ہے کہ گھر کا مالک اس بات کا مستحق ہے کہ وہ درمیان میں بیٹھے؟ فرمایا: جی ہاں، وہ خود بھی بیٹھ سکتا ہے، اور جسے چاہے اپنی جگہ بٹھا سکتا ہے؛ ابن سلام کہتے ہیں: میں دل ہی دل میں خود کو مخاطب کر کے گویا ہوا: اے ابوعبید! یہ فائدہ کی بات (جو امام صاحب سے حاصل ہوئی) اپنے پاس محفوظ کرلو۔ پھر میں نے عرض کیا کہ: اگر میں آپ کا حق ادا کرسکتا تو میں ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا! امام صاحب نے فرمایا: ایسے نہ بولیں؛ میرے بہت سے احباب ایسے ہیں جن سے سال میں ایک ہی بار ملاقات ہوتی ہے، لیکن مجھے ان پر اور ان کی محبت پر ان سے زیادہ اعتماد ہے جن سے میں روزانہ ملتا ہوں۔ میں نے عرض کیا: یہ دوسری قیمتی بات آپ سے مجھے معلوم ہوئی، پھر جب میں نے جانے کا ارادہ کیا تو امام صاحب بھی میرے ساتھ ساتھ آئے، میں نے عرض کیا: آپ زحمت نہ کریں، فرمایا: امام شعبی فرماتے ہیں: مہمان کا یہ حق ہے کہ اس کے ساتھ گھر کے دروازہ تک اسے رخصت کرنے کے لیے جایا جائے، اور اس کی سواری کی لگام کو پکڑا جائے، میں نے دریافت کیا: امام شعبی سے کس نے نقل کیا، فرمایا: ابن زائدہ نے مجالد سے، وہ شعبی سے نقل کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یہ تیسری قیمتی بات مجھے آپ سے معلوم ہوئی۔ (الآداب الشرعیۃ و المنح المرعیۃ ۲۳۸/۳)

کوئی ایسی بات یا کام نہ کرے جس سے مہمان کو گرانی ہو

میزبان کو مہمان کے جذبات کا حتی الامکان خیال رکھنا چاہیے، چنانچہ مہمان کی موجودگی میں کسی پر غصہ کا اظہار نہ کرے، اور نہ کوئی ایسا کام کرے جو انہیں ناپسند ہو، ان کے سامنے منہ نہ بسوڑے، اور نہ ہی بیزاری کا اظہار کرے، اور ان کی موجودگی میں کسی کو نہ جھڑکے، اور نہ گالی دے، بلکہ حتی الوسع مہمان کو خوش

کرنے کی کوشش کرے۔(المستطرف فی کل فن مستظرف ۱۹۲)

قیام طعام میں اپنے مہمان کو ترجیح دے

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: ایک شخص حضور ﷺ کا مہمان بن کر آیا (خود حضرت ابوہریرہ ہی مراد ہیں)، حضور ﷺ نے گھر والوں کو اطلاع کرائی، جواب آیا: پانی کے علاوہ کچھ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کون ان صاحب کی میزبانی کے لیے تیار ہے؟ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: میں تیار ہوں، پھر وہ مہمان کو لے کر گھر آیا، اور بیوی سے بولا: مہمانِ رسول ﷺ کی خاطر تواضع کرو، بیوی کہنے لگی: بس ہمارے پاس اتنا کھانا ہے کہ بچے کھاسکیں، صحابی بولے: جو بھی ماحضر ہے اسے تیار کرلو، اور چراغ جلالو، اور اگر بچے کھانا مانگیں تو انہیں (بہلا کر) سلادو، بیوی نے کھانا تیار کیا، چراغ روشن کیا، اور بچوں کو (بھوکا) سلادیا، پھر وہ خاتون اس طرح کھڑی ہوئیں گویا چراغ درست کررہی ہوں، لیکن انہوں نے (اسی دوران) چراغ بجھادیا (تاکہ مہمان کو حقیقتِ حال کا علم نہ ہوسکے)، پھر وہ دونوں میاں بیوی مہمان کے سامنے ایسا ظاہر کرنے لگے کہ گویا وہ بھی ساتھ میں کھارہے ہوں، لیکن دونوں نے (بچوں سمیت) فاقہ کے ساتھ رات گذاردی، صبح کے وقت جب وہ (میزبان) صحابی حضور کے پاس حاضر ہوئے، تو حضور ﷺ نے فرمایا: تم دونوں کا رات والا عمل اللہ کو بڑا پسند آیا، پھر اللہ تبارک وتعالی نے (ان کی مدح میں) یہ آیت نازل فرمائی:

ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة (سورۂ حشر آیت ۹)

وہ دوسرے ایمانی بھائیوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے خود تنگدستی میں ہوں، اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہوجائیں وہی کامیاب ہیں۔ (بخاری شریف، رقم ۳۷۹۸)

مہمان کے سامنے کھانا جلدی پیش کرنا چاہیے

امام غزالی فرماتے ہیں کہ: مہمان کو کھانا کھلانے کے پانچ آداب ہیں:

ایک ادب یہ ہے کہ اس کے سامنے کھانا جلدی پیش کیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: جو اللہ تبارک وتعالی پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہیے۔

اگر مدعوین کی تعداد زیادہ ہے، اور اکثر لوگ آچکے ہیں، تو ان کے سامنے کھانا پیش کردینا چاہیے، بقیہ

ایک دولوگوں کا طویل انتظار کرنے میں سب کو پریشانی ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ضیافت کا جو واقعہ قرآنِ پاک میں مذکور ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے مہمانوں کے سامنے فوراً کھانا پیش کیا تھا، چنانچہ ارشاد ہے: **فمالبث أن جاء بعجل حنيذ** (سورۂ ہود، آیت ۶۹)

کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ وہ (ان کی مہمانی) کے لیے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

سورۂ ذاریات، آیت ۲۶ میں ارشاد ہے: **فراغ إلى أهله فجاء بعجل سمين۔**

پھر وہ چپکے سے تیزی کے ساتھ اپنے گھر والوں کے پاس گئے، اور ایک موٹے سے بچھڑے (کا گوشت) لے کے آئے۔

حاتم اصم فرماتے ہیں: یقیناً جلدی شیطان کا کام ہے، سوائے پانچ چیزوں کے، ان میں جلدی کرنا سنت رسول ﷺ ہے، مہمان کو کھانا کھلانا، میت کی تجہیز و تکفین، لڑکی کی شادی، قرض کی ادائیگی، اور گناہ سے توبہ۔ (احیاء علوم الدین، ۲/۱۶)

مہمان کی پسند کے مطابق اس کے سامنے کھانا پیش کرنا چاہیے

بعض علاقوں میں کھانے سے پہلے، اور بعض جگہ بعد میں پھل یا میٹھا وغیرہ پیش کیا جاتا ہے، ایسے موقع پر مہمان کی جو عادت ورواج ہو اسی کے اعتبار سے کھانا پیش کرنا چاہیے، البتہ پھل پہلے پیش کرنا زیادہ فائدہ مند ہے۔

امام غزالیؒ مہمان کو کھانا پیش کرنے کے آداب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ایک ادب یہ ہے کہ کھانے کو ترتیب سے پیش کرے، مثلاً پہلے پھل پیش کرے، طبی لحاظ سے بھی یہی زیادہ موزوں ہے، اس لیے کہ پھل زیادہ زود ہضم ہے، اس لیے اگر وہ معدہ میں پہلے پہنچ جائے تو زیادہ بہتر ہے، قرآن پاک سے بھی کھانے کی یہی ترتیب معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد ہے: **وفاكهة ممايتخيرون ولحم طير ممايشتهون** (سورۂ واقعہ، آیت ۲۰/۲۱)

ان آیات میں جو ترتیب ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے پھل وغیرہ پیش کرنا چاہیے، اس کے بعد افضل یہ ہے کہ گوشت یا ثرید کھانے میں پیش کیا جائے۔ (احیاء علوم الدین، ۲/۱۳)

تمام انواعِ طعام ایک ساتھ پیش کردیا جائے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک ادب یہ ہے کہ مہمان کے سامنے لطیف کھانا پہلے پیش کیا جائے، تاکہ وہ اسی سے شکم سیر ہو جائے، اس کے بعد اسے زیادہ کھانے کی ضرورت نہ رہے، اور عیش پرستوں کی یہ عادت ہوتی

ہے کہ وہ پہلے غیر مرغوب غذا کھاتے ہیں، تاکہ پھر مرغوب غذا زیادہ سے زیادہ کھاسکیں، یہ زیادہ کھانے کا ایک حیلہ ہے، پہلے زمانے میں یہ رواج ہوتا تھا کہ کھانے کی تمام انواع واقسام ترتیب وار برتنوں میں لگادیتے تھے، تاکہ ہر شخص اپنی پسند کے مطابق انتخاب کرسکے، اگر کھلانے والے کے پاس ایک ہی طرح کا کھانا ہوتا تو وہ پہلے ہی بتادیتا، تاکہ کھانے والے کسی اور عمدہ کھانے کے انتظار میں نہ رہیں، اور پیٹ بھر کر کھاسکیں۔

بعض کشادہ دست لوگوں کے بارے میں منقول ہے کہ وہ مہمانوں کو پیش کیے جانے والے کھانوں کی فہرست بنا کر ان کے سامنے پیش کردیتے۔

پرانے زمانے کے ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ ہم کئی لوگ ایک دعوت میں گئے، ہمارے سامنے کئی طرح کے بھنے ہوئے سر کھانے کے لیے پیش کیے گئے، ہم نے دوسرے پکوان کے انتظار میں ہاتھ بھی نہیں بڑھایا، ہمارے سامنے سوائے رکابی کے کسی طرح کا کوئی اور کھانا نہیں آیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے پوری رات بھوک کی حالت میں گذاری، اور ہم سوکھی روٹی کو ترس گئے، ہم میں ایک بزرگ شخص جو بڑے مزاحیہ تھے بولے: اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ بغیر جسم کے سر کو پیدا کردے۔

لہٰذا مناسب یہ ہے کہ مہمان کے سامنے جملہ طرح کے کھانے ایک ساتھ پیش کردے، یا ما حضر جو ہے اس سے باخبر کردے۔ (احیاء علوم الدین، ۲/۱۷)

مہمانوں کے سامنے کئی طرح کا کھانا بقدرِ ضرورت پیش کرے

امام اوزاعیؒ سے معلوم کیا گیا کہ: ایک شخص مہمان کو معمولی سالن (سرکہ وغیرہ کی چٹنی) اور زیتون پیش کرے، حالانکہ اس کے پاس گوشت، شہد، گھی سب ہے؟ فرمایا: ایسے شخص کا ایمان کامل نہیں ہے۔

مشہور شاعر ابوذؤیب ہذلی نے کہا ہے:

لا درّ درّي إن أطعمتُ نازلهم ۔۔۔ خبز الشعير وعندي البرّ مكنون

میرا بھلا نہ ہو، اگر میں مہمانوں کو جَو کی روٹی کھلاؤں، حالانکہ میرے پاس گیہوں کا ڈھیر لگا ہو۔ (بهجة المجالس و أنس المجالس، ٦٢)

میزبان کو بھی مہمان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانا چاہیے

اہلِ عرب مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کو تعظیم وتکریم کا حصہ سمجھا کرتے تھے، اور انفرادی طور

پر کھانا کھانے کو معیوب سمجھا کرتے تھے۔(الذخائر و العبقریات ،۱/ ۱۳۴)

دسترخوان اٹھانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ایک ادب یہ ہے کہ مہمان جب تک اچھی طرح کھانا نہ کھالے دسترخوان نہیں اٹھانا چاہیے، البتہ جب تمام مہمانان اپنا ہاتھ روک لیں، اور کھانے سے مکمل طور پر فارغ ہوجائیں تو اب دسترخوان اٹھانے میں کوئی حرج نہیں، دسترخوان جلدی اٹھانے میں ہوسکتا ہے دسترخوان پر رکھی کوئی چیز کھانا چاہتا ہو، اور کھانہ سکے، یا وہ شکم سیر نہ ہوا ہو اور دسترخوان پہلے ہی اٹھ جائے۔(اِحیاءعلوم الدین،۱/ ۱۷)

مہمان کو رخصت کرنے کے لیے گھر کے دروازہ تک جانا چاہیے

مہمان کو رخصت کرنے کے لیے گھر کے دروازہ تک جانا بھی آدابِ ضیافت میں سے ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: جب مہمان واپس جائے تو ادب یہ ہے کہ مہمان کو رخصت کرنے کے لیے گھر کے دروازہ تک جائے، اور یہ سنت ہے، اوراس میں مہمان کا اکرام ہے۔(اِحیاءعلوم الدین،۱/ ۱۸)

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: جب آپ کسی کو اپنے گھر بلائیں تو اس کو باہر تک چھوڑنا سنت ہے۔(الآداب الشرعیۃ و المنح المرعیۃ،۳/ ۲۳۸)

شافعِ روزِ جزا

منور کردے جو دنیائے دل، ہاں! وہ ضیا تم ہو		بصیرت بخش مومن، نورِ حق، شمعِ ہدیٰ تم ہو
زہے قسمت کہ اب خلوت بھی ہے آسودۂ جلوت		تصور میں حبیبِ کبریا جلوہ نما تم ہو
نہیں کچھ امتیازِ ما و تو فیضانِ رحمت میں		ضیا بخشی ہے جس کی عام، وہ شمس الضحیٰ تم ہو
جہاں خائف ہیں سارے انبیا، سکتے کا عالم ہے		وہاں اعزاز تم کو، شافعِ روزِ جزا تم ہو

ملی ہے بے بہا دولت جسے اشکِ ندامت کی
تعالی اللہ عارفؔ! وہ فقیرِ بے نوا تم ہو

کلام: حضرت مولانا فضل حق عارفؔ خیرآبادی

تبرکاتِ اکابر

آپ بیتی سے اقتباس جواہر

انتخاب : عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

شوقِ حصولِ علم

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت نانوتویؒ کے تعلق سے بڑی عبرت انگیز بات آپ بیتی میں لکھوائی ہے، فرماتے ہیں کہ: اپنی طالب علمی کے زمانہ میں ایک جھلنگا پر پڑے رہتے تھے۔ روٹی ایک وقت پکوا کر کئی کئی وقت تک اسے ہی روکھی کھاتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے اپنے ملازم کو کہہ رکھا تھا کہ کھانے کے وقت ان کو سالن دے دیا کرو بڑی دقت اور اصرار سے کبھی لے لیتے تھے اور اپنے کام میں مشغول رہتے تھے، حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب نے حضرت نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے حالات میں اپنی ایک قلمی یادداشت میں لکھا ہے کہ مولانا مرحوم یعنی حضرت نانوتوی فرماتے تھے کہ میں نے کبھی تازہ باسی روٹی یا دانہ دنکا مٹھائی کھٹائی اپنی زبان سے نہیں مانگی، اگر کسی نے دے دیا لے لیا اور کھالیا۔ ورنہ خیر۔ بعض دفعہ بھوک بہت لگتی مگر مانگنے کی تکلیف کو بھوک کی تکلیف پر گوارا کر کے صبر کرتا اور جب مہینے میں دو چار روز کے واسطے گھر نانوتہ جاتے اور پھر دیوبند کی واپسی کا وقت قریب آتا تو آپ بھوک کی تکلیف یاد کر کے رو پڑتے، آپ کی والدہ ہر چند پیار کر کے چمکار کر پوچھتیں کہ تجھ کو دیوبند میں کچھ تکلیف ہے مولانا فرماتے تھے کہ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر میں نے والدہ سے اپنی تکلیف کا ذکر کیا تو دیوبند والوں کی ناشکری ہوگی، اور ان کو رنج گذرے گا۔ اپنے نفس پر تکلیف کا ہونا مضائقہ نہیں والدہ کو اصل حال سے مطلع نہیں کیا، اور برابر اسی طرح گذاری۔ (سوانح قاسمی گیلانی ۱/ ۱۸۲)

ہماری سخاوت تو ''احمد'' کی والدہ کی بدولت ہے:

حضرت نانوتوی نور اللہ مرقدہ کی سوانح میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی تحریر فرماتے ہیں کہ نکاح کرنے سے انکار کر دیا، بڑی مشکلات کے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حکم دلایا جس پر حضرت راضی ہو گئے مگر اس شرط پر کہ تمام عمر زوجہ کے نفقہ اور اولاد کی پرورش کے لیے کچھ کما لانے کے مجھ

پر تقاضے نہ ہوں، لوگوں نے یہ شرط قبول کی، نکاح ہو گیا، اب نوکری کی تو چار پانچ روپئے کی، کسی کتاب کی تصحیح کی اور اس کے ساتھ ہی مہمان نوازی فطرت میں داخل تھی اس سے کچھ کیا بچتا کہ اہل وعیال کو دیتے۔ جب مکان تشریف لاتے اور یہاں بھی مہمان آتے تو والدین پر بار ڈالنے کے بجائے اہلیہ کا زیور نہ صرف اس کی اجازت سے بلکہ اس کی رغبت سے فروخت کر کے مہمان نوازی کرتے، اہلیہ بھی اللہ نے ایسی عطا فرمائی تھی جو حضرت کی طبیعت مبارکہ کے ساتھ ہی ساتھ تھی کہ اپنے گھر کے زیور بھی بہت خوشی سے والدین سے مخفی بیچنے کے لیے دیتی رہتی خود حضرت قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ہماری سخاوت ''احمد'' کی والدہ کی بدولت ہے۔(سوانح قاسمی یعقوبی ص ۳۲)

حضرت مدنیؒ اور جفا کشی:

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ خودنوشت سوانح میں اپنے مدینہ پاک کے ابتدائی حالات میں جو تفصیل سے تحریر فرمائے گئے ہیں لکھتے ہیں کہ وطن سے یعنی ہندوستان سے مدینہ پاک آ کر ہم لوگوں کو بھی بہت سی مشکلات پیش آئیں۔ بالخصوص عورتوں کو، وطن اور اہل وعیال کی جدائی تو تھی ہی بہت سے کام ایسے کرنے پڑے جن کی بچپن میں کبھی نوبت نہیں آئی تھی۔ مثلاً آٹا بھی خود پیسنا پڑا، گھر میں جھاڑو دینا، برتنوں کو دھونا، والدہ صاحبہ باوجود ضعف و پیری بہت زیادہ جفا کش اور عالی ہمت تھیں اپنی ہر بہو کی آٹا پیسنے کی باری مقرر کر رکھی تھی مگر خود بھی ہر بہو کے ساتھ چکی پیسنے میں اور گھر کے کام میں شریک رہتیں، گھر والوں کے اور بچوں کے اور مردوں کے کپڑے بھی سب کو خود ہی دھونے پڑتے تھے جس کی وطن میں کبھی نوبت نہیں آئی تھی ہم مردوں کو بالخصوص مجھے اور بھائی سید احمد صاحب مرحوم کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر میٹھا پانی لانا پڑتا تھا کہ دن میں مشغولی کی وجہ سے وقت نہیں ملتا تھا۔ سید احمد مرحوم کی تنخواہ صرف بیس روپئے ماہوار تھی والد صاحب مرحوم نے بمجبوری ایک مخلص سے پچاس روپئے قرض لئے جس سے چاول خریدے ایک وقت کھچڑی اور دوسرے وقت میں پیچ پر سارے گھر والوں کا گذر تھا (چاولوں کو بہت سے پانی میں ابال کر اس کا پانی جو گاڑھا گاڑھا ہوتا ہے اس کو پیچ کہتے ہیں) یہ سلسلہ کئی ماہ تک مسلسل رہا اور یہ چند ماہ گھر والوں پر بہت ہی عسرت کے گذرے لیکن الحمد للہ فاقوں کی نوبت کسی کو نہیں آئی۔(نقش حیات ۱/۱۶۱)

واقعات افتاویٰ

فتاویٰ مظاہر علوم

مفتی بشیر احمد سہارنپوری

نائب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حائض عورتوں کو ایک اہم تنبیہ:

معروف مسئلہ ہے کہ حالت حیض میں عورت پر نماز واجب نہیں ہے، لہٰذا اس حال میں عورت نماز نہیں پڑھے گی بلکہ نماز پڑھنا جائز بھی نہیں ہے، مگر یہ حکم حیض کے جریان کی صورت میں ہے، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ عورت کو ایام حیض میں مسلسل خون جاری نہیں رہتا، بیچ بیچ میں وقفہ ہوتا رہتا ہے، جس کو وقفۂ طہر کہا جاتا ہے، اس وقفۂ طہر میں فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق عورت کے لئے نماز پڑھنا ضروری ہے، جب جب بھی دوران حیض خون بند ہوگا تو عورت پر نماز پڑھنا لازم ہوگا، اور نماز پڑھنے کا یہ حکم بعض صورتوں میں وجوبی ہے اور بعض صورتوں میں احتیاطی، اور نماز کبھی وضوء کر کے پڑھی جائے گی اور کبھی غسل کر کے، پھر نماز کی ادائیگی کے بعد اگر خون جاری ہوجاتا ہے تو پڑھی ہوئی نماز کالعدم ہوجائے گی، مگر وقفۂ طہر میں پھر بھی پڑھنا لازم ہے، اس بارے میں فقہاء کرام کے بیان کردہ احکام کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) خون تین دن گذرنے سے پہلے بند ہو، اس صورت میں جب بھی خون بند ہوگا تو نماز کے اخیر وقت تک انتظار کیا جائے، اگر پھر سے خون جاری ہوجائے تو نماز نہیں پڑھی جائے گی، اور اگر خون جاری نہ ہو اور صرف اتنا وقت باقی رہ جائے کہ جس میں وضوء اور نماز پڑھی جاسکتی ہو تو وضوء کر کے نماز پڑھنا واجب ہے، اس حکم میں مبتدأہ (وہ عورت جس کو پہلی مرتبہ خون آیا ہو) اور معتادہ (وہ عورت جس کو ایک سے زائد مرتبہ ایک خاص عادت کے مطابق خون آچکا ہو) یکساں ہیں۔

(۲) مبتدأہ کا خون تین دن گذرنے کے بعد بند ہو، اس صورت میں حکم یہ ہے کہ خون بند ہوتے ہی غسل کر کے نماز ادا کر لی جائے، لیکن اگر اخیر وقت تک انتظار کرنا چاہے تو اس کی بھی گنجائش ہے، جب

وقت فوت ہونے کا خطرہ ہونے لگے تو اس وقت غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے۔

(۳) معتادہ کا خون تین دن گذرنے کے بعد مقررہ عادت سے کم ایام پر بند ہو، یہ عورت نماز کے اخیر وقت تک خون کے دوبارہ جاری ہونے کا انتظار کرے اگر اخیر وقت سے قبل خون دوبارہ آجائے تو نماز نہ پڑھے، اور اگر دوبارہ جاری نہ ہو اور صرف اتنا وقت باقی رہ جائے کہ جس میں غسل کر کے نماز پڑھی جا سکتی ہو تو غسل کر کے نماز پڑھے، اس صورت میں نماز ادا کرنے کا حکم احتیاطی ہے۔

(۴) معتادہ عورت کا خون تین دن گذرنے کے بعد مکمل عادت پر یا اس کے بعد دس دن سے قبل بند ہو، یہ عورت خون بند ہوتے ہی فوراً غسل کر کے نماز پڑھ سکتی ہے، تاہم مستحب یہ ہے کہ اخیر وقت میں غسل کر کے نماز پڑھی جائے، اس صورت میں نماز کی ادائیگی کا حکم وجوبی ہے۔

(۵) حائضہ عورت کا خون پورے دس دن پر بند ہو یا بند نہ ہو مگر دس دن پورے ہو جائیں، اس صورت میں دس دن پورے ہو جانے پر فوراً غسل کر کے نماز شروع کر دینا لازم ہے، پھر خون جاری رہنے کی صورت میں بھی ہر نماز کے وقت وضوء کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے (شرح الوقایہ ۱/۱۱۸-الدر المختار ورد المختار ۱/۲۰۴)

طلوع آفتاب کے اعلان کا حکم:

بہت سی مساجد میں طلوع آفتاب کے اعلان کا معمول ہے، فقہاء کرام نے اس قسم کے اعلان سے منع فرمایا ہے، اس ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ امام اعظم کے مسلک کے مطابق طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے نماز اداء نہیں ہوتی، خواہ عین طلوع کے وقت نماز پڑھی جائے یا پڑھتے ہوئے درمیان میں طلوع آفتاب ہو جائے، اگر کوئی پڑھ لے تو بعد میں اس کا اعادہ ضروری ہے، لیکن جمہور فقہاء کے یہاں نماز فجر پڑھتے ہوئے آفتاب طلوع ہو جائے تو نماز فجر ادا ہو جاتی ہے، بعد میں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ طلوع آفتاب کا اعلان سن کر عوام نماز فجر نہیں پڑھتے، جو لوگ درمیان میں ہوں وہ بھی نیت توڑ کر نماز سے علیحدہ ہو جاتے ہیں، جو اگر چہ اس وقت کے لحاظ سے صحیح عمل ہے، مگر بعد میں اس کی قضاء بھی لازم ہے، جو بسا اوقات وہ غفلت کے سبب نہیں کرتے، جس کا نتیجہ نماز کا سِرے سے ترک ہے، اور اگر اعلان نہ کیا جائے تو بالخصوص جن لوگوں کی نماز کے درمیان سورج طلوع ہوا اور انہوں نے اسی حال میں نماز پوری کر لی تو ان کی نماز اگر چہ امام صاحب کے مذہب کے مطابق نہیں ہوئی، مگر جمہور فقہاء کے

مذہب کے مطابق ادا ہوگئی، ظاہر ہے کہ نماز کا ائمۂ مجتہدین میں سے کسی نہ کسی کے مذہب کے مطابق اداء ہوجانا اس سے بہتر واولی ہے کہ سرے سے نماز ادا نہ ہو۔

اس مصلحت وحکمت کی وجہ سے حضرات فقہاء نے اس اعلان سے منع فرمایا ہے: **وکرہ صلاۃ مطلقا مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لأنھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک** (الدرالمختار ورد المحتار ملخصا ۱/۳۷۰)

بارہ ربیع الاول کو روزہ رکھنے کا حکم:

بارہ ربیع الاول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کے حوالہ سے مشہور ہے، مگر اس تاریخ میں سنت نبوی اور صحابۂ کرام کے عمل سے کسی روزہ کا ثبوت نہیں، حدیث وفقہ کی رو سے جن ایام وتواریخ میں روزے کا رکھنا مسنون ومستحب ہے ان میں بھی اس تاریخ کا تذکرہ نہیں ہے، لہذا اس تاریخ میں روزہ رکھنے کا اہتمام کرنا شرعا درست نہیں ہے، **لان الاصل فی العبادات الخطر وفی العادات الإباحۃ** (القواعد الفقھیہ للعلامۃ الزحیلی)

اردو اخبارات ردی میں فروخت کرنا:

اردو اخبارات ردی عموما قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور دینی مضامین ہوتے ہیں، جن کا ادب و احترام واجب ہے، ردی میں فروخت کرنے کی صورت میں ان کی بے احترامی کا غالب امکان ہے، اس لئے اردو اخبارات ردی میں فروخت کرنے سے احتیاط برتنی چاہئے اور اس قسم کے صفحات علیحدہ کرکے پھر ردی فروخت کرنا چاہئے، تاہم اگر ان سے ایسے صفحات علیحدہ کئے بغیر ردی کو فروخت کردیا گیا تو بھی جائز ہے، پھر اگر خریدنے والا ان کی بے احترامی کرتا ہے تو وہ خود ذمہ دار ہوگا، **والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع**۔ (الدرالمختار مع رد المحتار ۷/۲۶۰)

مسجد میں عورتوں کا تربیتی اجتماع منعقد کرنے کا حکم:

عورتوں کی تربیت انتہائی ضروری اور لازمی امر ہے، مگر اس کے لئے مسجد موزوں اور مناسب مقام نہیں ہے، اسلئے کہ عورتوں کو حیض ونفاس اور استحاضہ وغیرہ میں بکثرت ابتلاء رہتا ہے، اس حال میں ان کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، اور عورتوں کے ساتھ بچے بھی لگے رہتے ہیں اور بچوں کو بھی مسجد

میں لانا ممنوع ہے، ان عوارض کی وجہ سے مسجد میں عورتوں کا اجتماع منعقد کرنے کی صورت میں ان کی تعلیم و تربیت کا مقصد کما حقہ حاصل نہیں ہو سکے گا، شاید انہی امور کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورتوں کی درخواست پر ان کی تعلیم وتربیت اور وعظ ونصیحت کے لئے مخصوص اجتماع طے فرمایا تو اس کے لئے مسجد سے الگ مقام تجویز کیا، لہذا اس عنوان سے مسجد میں عورتوں کا اجتماع موزوں اور مفید نہیں ہے: **عن ابی سعید الخدری قالت النساء للنبی صلی اللہ علیہ و سلم علینا علیک الرجال فاجعل لنا یوما من نفسک فوعدھن یوما لقیھن فیہ فوعظھن و امرھن الحدیث۔** (بخاری، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یوم علیحدۃ فی العلم) **ووقع في روایۃ سھل بن ابي صالح عب أبیہ عب أبی ھریرۃ بنحو ھذہ القصۃ فقال: موعدکن بیت فلانۃ فأتاھن فحدثھن** (فتح الباری ۱/ ۱۹۶)

جنت کی خوشبو سے محروم

عمدہ اور طیب چیز کی مہک اور خوشبو دور سے آتی ہے جنت کی خوشبو اور مہک تو ایک ہزار سال کی مسافت سے آتی ہے، قطع تعلق کرنے والا اتنا بد بخت اور بدنصیب ہے کہ اس کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہو سکے گی۔

حضرت جابر کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم اکھٹے بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے مسلمانوں کی جماعت! تقویٰ اختیار کرو، صلح رحمی اختیار کرو، کیونکہ صلہ رحمی کا ثواب فوراً ملتا ہے، اور ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم کی سزا بھی فوراً ملتی ہے اور والدین کی نافرمانی سے بچو، جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے آتی ہے، بخدا یہ والدین کے نافرمان، قطع تعلق کرنے والے اور تکبر کی بناء پر ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے والے کو نصیب نہ ہوگی، بڑائی تو صرف اللہ کا حق ہے۔

(اخرجہ الطبرانی فی الأوسط ۱۸۷/۴ رقم: ۵۶۶۴)

اخبار مظاہر

ترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مکاتبِ دینیہ کے ششماہی امتحانات بحسن وخوبی اختتام پذیر

۸؍ربیع الاول ۱۴۴۵ھ/ ۲۴؍ستمبر ۲۰۲۳ء سے ۲۲؍ربیع الاول ۱۴۴۵ھ/ ۸؍اکتوبر ۲۰۲۳ء تک تین ہفتوں میں مظاہر علوم کے زیر انتظام مختلف دیہی علاقوں میں قائم مکاتب کے ششماہی امتحانات ہوئے ،ترتیب کے مطابق کل سترہ (۱۷) اساتذۂ کرام متعینہ تاریخوں میں تشریف لے گئے اور امتحانات کے بعد گاؤں کے ذمہ داران سے ملاقاتیں کیں ،قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم کی ضرورت واہمیت پر کئی مقامات پر بیانات ہوئے ،ابھی گذشتہ ماہ من جانب مظاہر علوم قرآن کریم اور دینیات کے جو انعامی مسابقے کرائے گئے،ان کو لوگوں نے بچوں کی دینی تعلیم کے لئے بڑا مؤثر بتلایا۔

مکاتب کے ششماہی امتحانات میں ہر ہر مکتب کے طلبہ کی اول دوم سوم پوزیشن بھی ممتحن حضرات نے متعین کی ہے، بہت جلد حسبِ نظام ان پوزیشن لانے والے طلبہ وطالبات کو من جانب مظاہر علوم انعامات دیئے جائیں گے۔

مظاہر علوم میں ششماہی امتحان مؤخر

حسبِ معمول قدیم مدرسہ میں ششماہی امتحانات کے لئے ۲۴؍ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۰؍اکتوبر ۲۰۲۳ء منگل سے یکم ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۷؍اکتوبر ۲۰۲۳ء منگل تک کی تاریخیں طے کی گئی تھیں،لیکن شہر سہارنپور میں ڈینگو بخار کی وبا کی وجہ سے کافی طلبہ متأثر ہو گئے، اور ان کو فوری طور پر بہتر طبی امداد فراہم کرنے کے لئے مدرسہ کو اضافی ڈاکٹر اور معالج کا بھی انتظام کرنا پڑا، اور اسی وجہ سے ذمہ داران کے مشورہ کے بعد ششماہی امتحان کو ایک ماہ کے لئے مؤخر کر کے ۱۱؍نومبر سے ۱۴؍نومبر ۲۰۲۳ء کی تاریخیں متعین کی گئیں، اس بابت ناظم مدرسہ حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب مدظلہ نے باقاعدہ اعلان

جاری کیا،جس میں امتحان کی نئی تاریخوں کے اعلان کے ساتھ ساتھ محنت کے ساتھ امتحان کی تیاری اور دعاؤں اورزیادہ سے زیادہ استغفار کی جانب طلبہ کو متوجہ کیا گیا ہے۔

مولانا سید محمد شاہد الحسنی کا انتقال پُرملال

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے تقریباً تیس سال تک سکریٹری اور امینِ عام کے عہدۂ جلیلہ پر کامیابی کے ساتھ فائز رہنے والی عظیم شخصیت ، بہت ساری عظیم نسبتوں کے حامل، درجنوں کتابوں کے مصنف،تاریخ مظاہر پر شاہ کلید کی حیثیت رکھنے والے مخدوم العلماء حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی اپنی زندگی کی بہتر سے زائد بہاریں پوری کر کے ۲۰ر ربیع الاول ۱۴۴۵ھ/ ۶ر اکتوبر ۲۰۲۳ء جمعہ کے روز مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر قبل اپنے مالک حقیقی کے حضور پہونچ گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کے انتقال پُرملال سے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اپنے ایک ایسے عظیم فرزند سے یقیناً محروم ہو گیا ہے،جس کی زندگی کا عظیم مقصد مظاہر علوم کی تعمیر وترقی اور اس کی دینی علمی،تبلیغی واصلاحی خدمات کو عالم آشکارا کرنا تھا۔اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے اس مرد جلیل کو مالامال فرمائے،جنت کے بہترین درجات کو آپ کا ٹھکانا بنائے ،پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ،اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کو آپ کا بہترین جانشین اورنعم البدل عطا فرمائے۔

مولانا مفتی سید محمد صالح الحسنی امینِ عام منتخب کئے گئے

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے امین عام (سکریٹری) مولانا سید محمد شاہد الحسنی کے حادثۂ وفات کے بعد ارکان مجلس شوریٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے باہمی مشورہ واتفاق رائے سے مظاہر علوم کے نائب ناظم مولانا مفتی سید محمد صالح کو عارضی طور پر امین عام (سکریٹری) بنا دیا گیا ہے،صدر مجلس شوری سر پرستان الحاج حکیم محمد کلیم اللہ علی گڈھی کی تائید کے بعد نائب صدر مجلس شوریٰ سر پرستان مولانا محمد عارف ابراہیمی کے دستخط سے یہ اطلاع باقاعدہ و باضابطہ جاری کی گئی کہ ”مولانا سید محمد شاہد الحسنی امین عام مدرسہ کے وصالِ پُر ملال کے سانحہ کے بعد من جانب مجلس شوریٰ ،امین عام (سکریٹری) کی خدمات اور ذمہ داریاں عارضی طور پر مولانا مفتی سید محمد صالح کے سپرد کی جارہی ہیں،تمام حضرات اپنے معاملات میں ان سے رجوع کریں“۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.

URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR







MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542

E-Mail: jamiamazahir@gmail.com